

روزان گلستان

CHECKED

سچا خاں

CHECKED

حکیم صنف

منشی محمد محفوظ علی صاحب کاکوروی ہین

بقام لکھنؤ

بہ اہتمام منشی احمد علی رضا مالک جبار آزاد

آر دبیر پریس بین لکھنؤ ہوا



آخرین مصنف کو افسوس یہ ہے کہ تاخیر طبع نے ناظرین کتاب کے اشتیاق کو بہت کچھ ٹھنڈا کر دیا اور بہت سے خیالات راس نہ نوں کی کثرت بحضہ اسے غالباً ردی ہو گئے۔

صاحب تصنیف علی

نیچر ریل سنکاپلی ضلع کبیری - ۱۹ - دسمبر ۱۸۸۵ء

# روس انگلستان سچا جان

روس کیا ہے ! اور ہکوا اپنے جیو ہر سائے کے بہار سے کیسے سلوک کے لینے طیار رہنا چاہیے ؟ یہ دو سوال اور انکی تحت دین بسیکڑون سوالات ہیں جو اس وقت اعلیٰ و ادنیٰ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے ذہن میں گونج رہے ہیں۔ پڑھنے کے مکتب کے تعلیم یافتہ اور انکے فیشن کے دیوانخانوں کے بیٹھنے والے جیسا کہ یاروں کے ملنے میں بیٹھتے ہیں اور پولیٹیکل مباحثات کی چٹیر ہوتی ہے تو ان منصوص حضرات کی قطعی رائیں اور ہر کیسے کیسے نازک مسائل پر بلاشبہ الف لیلہ اور بوستان خیال کا مزا دے جاتی ہیں۔

روس کی اونٹن دہلی میں انگلستان کا بھاگ ٹھکانا ایسا قطعی و یقینی امر ہے کہ انکی نسبت تو نجش کی گنجائش ہی نہیں فقط تقدیرات الہی پر اسکا فیصلہ ہے جسکے آثار ان حضرات کو بخشم ظاہر نظر آ رہے ہیں۔ البتہ چوٹے چوٹے دریشانی تباہات پر پنجابی فیصلے یا عدالت خفیہ کی ڈگریاں صادر ہوتی ہیں۔ ایک ہندو صاحب کسی مجبومی کی پیشین گوئی نہیں چار برس بعد جنگ عظیم کی سند لاتے ہیں۔ دوسرے متشی مسلمان وہی اور انگریزی گورنمنٹ کی باہمی جنگ سے حق کیل یعنی اسلامی سلطنت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں۔ تیسرے صاحب کو فائسانا ان کے ذریعے سے معتبر طور پر یہ دریافت ہو اسے کہ انگلستان اور روس کے باہم دس آنے اور چوبہ آنے پر صلح کی گفتگو درپیش ہے۔ چوتھے صاحب اس فیصلے پر چندان مطمئن نہیں وہ فرماتے ہیں کہ قین لاکھ روسی فوج ہندوستان میں لگی اور گورنمنٹ کی مالگڈاری نصف صاف ہو جائے گی۔ یہ اعلیٰ درجے کے خرائٹ اہل الرے حضرات کی رائیں ہیں۔ لیکن ان حضرات اور انگریزی تعلیم یافتہ فوجیوں کے



در میان عین ایک فرقہ اور یہی ہے جنہیں سے بعض صاحبوں کی رائیں ہر چند اسباب ظاہر سے بالکل بیگانہ نہیں ہیں لیکن تاہم زیادہ تر ناواقفیت اور کینہد رے پروائی کی وجہ سے کسی کہنہی اونکی رائیں ہی تعجب و رتھا شے سے خالی نہیں ہوتیں پس ایسی حالت میں غالباً بے موقع سوگا اگر ان دونوں سوالات کے جواب میں بقدر ضرورت مختصر طور پر کچھ عرض کیا جاسے۔

بطریق دنیا کی تمام قوموں میں اہل روس کا جنگجو۔ سنت کوش ہونا مسلم ہے اسی طریقت روس کی مجملی حالت پر ایک سرسری نظر کرنے سے یہ سمجھنا بھی جائز ہے کہ اونے اس چہ سات سو برس کے زمانے میں عجیب و غریب ترقی کی لیکن اس وجہ سے کہ انسان کے افعال کو صرف تعجب اور تماشا شے کی نگاہ سے دیکھ کر رہنا ہمارا کام نہیں ہے ہم اتنی قی کے اسباب و نتائج اور اسکی حیثیت پر توجہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاریخ سے سلطنت روس کی ابتدائی ترکیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصلی باشندگان روس قوم سکسی یا سمرتی صرف ایک وحشی قوم تھی اور گردو پیش کے اقوام گوتمہ۔ ڈنالی۔ ہن وغیرہ جنہوں نے مختلف اوقات میں اہل باشندوں پر حملے کیے اور بعد فتح روسی خون میں حلتے گئے یہ لوگ بھی وحشیوں سے کچھ زیادہ نہ تھے۔ سب سے آخرین جس قوم کی آمیزش روس میں ہوئی وہ بیرجم تاتاری چنگیز خان کے ہرقوم تھے۔ اس قوم کی آمیزش نے روسی خون کو زیادہ تر پرچوش اور رنگین کر دیا۔ جو قومی اثر تاتاریوں کی آمیزش سے قوم میں سراپت کر گیا وہ خود پر و فیسہ گری گرن (ساکن شہر سینٹ پیٹربرگ) کے سطور ذیل سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ روس کے تمام امرا اور شہزادوں اور عہدہ داران سرکاری اور تاجروں نے تنہا امور خارجی۔ لباس۔ وضع اور عادات ہی میں تاتاریوں کی تقلید نہیں کی بلکہ دنیا بسر کرنے میں خداونکے محسوسات۔ چیمالات اور جذبات تمام تر امور میں اہل روس تاربت کے متلوب اور قلمد ہو گئے تھے۔ . . . . سلطنت ناسکو کے کل زمانے میں یہاں تک کہ خود چیمبر عظم کے عند تک روسی زاروں کے قواعد حکومت و نظام برطرح پر تاتاری تھے اور جب تک تاتاریت سے کحقہ واقفیت حاصل نہ ہوئی تاریخ کا واقعی

طور پر سمجھنا اور اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ پس روس کی تمام تاریخ پر نظر کرنے سے یہ امر نہایت واضح طور پر ثابت ہے کہ اہل روس کو جنگ ورتاج جنگ قتل عام۔ آتش زنی وغیرہ افعال سفاکی و بے رحمی سے ہمیشہ ایک مناسبت خدا داد حاصل رہی اور مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے بالخصوص تاتاریوں کی آمیزش سے اہل روس سخت جفاکشی اور بھنت کے عادی ہو گئے۔

دنیا کا ایک بڑا مشہور مورخ اور میاح ہیر وڈوٹش قدیم روسی باشندوں کے حالات میں لکھتا ہے کہ وہ لوگ اپنے دشمن کا خون پیتے تھے۔ دشمن کی کمال اپنی پوشش کے واسطے بناتے تھے۔ دشمن کی کوہ پی پی آنچر سے کے طور پر شمال میں لاتے تھے اور تلوار کے سائبے میں خدا سے جنگ کی پرستش کرتے تھے لیکن ہم اگلے وقتوں کی تاریخ سے کسی موجودہ اور ترقی طلب قوم کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ اسی اونیسویں صدی کے واقعات پولینڈ پر نظر کرتے ہیں۔

پولینڈ یورپ میں ایشیا کے مغربی جنوبی گوشے میں ایک چوٹی سی خود مختار حکومت تھی جس میں تخت نشینی کا قاعہ بطور انتخاب کے جاری تھا اور سلطنت روس اور پولینڈ کے باہم ہمارے قریب ہی تھی۔ شاہنشاہ نکلاس نے اس صوبے کا جزو عظیم اپنی حکومت میں زبردستی شریک کر لیا۔ اس وجہ سے کہ باشندگان پولینڈ قومی عزت اور قومی محبت کے دیوانے تھے اس قدر تھی جوش کہ مٹانے میں جو دشمنانہ مطالبہ اور حیوانی حرکات آئی اونیسویں صدی میں غریب وطن دوست اہل پولینڈ کے ساتھ دیکھنے پر تھے جن و دغالب دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے داغ ملامت ہیں۔ پولینڈ کی فوج کشی میں ایک مورخ لکھتا ہے کہ حیقت ایک حصہ روسی فوج کا قلعہ ایم فنج (واقع پولینڈ) میں زخمیوں کے جلانے میں مصروف تھا جیل میں کوہنے و سرخسہ قیدیوں کی جانب دیا گیا۔ موقع پر ہونچو جیلر مذکور نے روسی زبان میں اپنی فوج کو گولٹ (تفریح) کا حکم دیا۔ لفظ گولٹ میں شرانچواری۔ قتل۔ غارت۔ زنا بالجبر۔ قتل مخدورین شامل ہیں۔ بلکہ فوج کو آتش زنی کا حکم دیا۔ کاسک (تراق) آمادہ بمیل تھے فوراً قصبے میں ہنشر ہو گئے اور



بغیرتی کے تحت ہمایوں اور ان کے اوزار کی رہائی کا وعدہ ہوتا تھا۔۔۔ چنانچہ لعنت گسٹ نے  
لیک امیرزا سے کی چوکری کے ساتھ جسکی عمر کل پندرہ برس کی تھی علانیہ ایسا فعل نہیں  
اور اس وقت وہ خواہش نفیانی میں ایسا چورتھا کہ جب اس لڑکی نے اپنی حفاظت میں  
ہاتھ پاؤں مانا شروع کیے تو اس نے دانتوں سے اس کے رخسار سے کی ایک بوٹی اوتار لی  
اگر تالیف اور تہدید سے کام نہیں چلتا تھا تو کاسک بلائے جاتے تھے اور اسکی مدد  
سے کارروائی کی جاتی تھی۔

ان مذہب مظلومین لعنت گسٹ۔ وارن آف۔ ڈی ٹریف وغیرہ پر نے نامور  
تھے۔ ان افسروں کے سامنے سے جوان عورتیں بہاگتی تھیں اور جہان ممکن ہوتا تھا  
چپ رہتی تھیں اور اکثر میری عورتیں خودکشی کر لیتی تھیں۔

انہیں درد انگیز حالات کے متعلق تانہ بیچ لیتو ایسا کا ایک مونیخ لکھتا ہے  
کہ ان مظلوم عورتوں میں بعض کو بین بدلت خود جانتا ہوں۔ ان لوگوں نے اپنی  
بستر پرستی اور نزع کی حالتوں میں اکثر اپنی بد نصیبی کے حالات مجھے بیان کیے  
یعنی لکھنؤ کے دربار سے وہ کیونکر گرفتار ہوئیں۔ گھروں سے مستوی فساد  
کے رد پر دیکھنے حاضر کی گئیں۔ کس طرح انکو اذیتیں دی گئیں اور کیونکر انہوں نے  
مقابلہ کیا اور آخر کار تھکا کر کس طرح بغیرت ہوئیں۔ میں نے ہر چند انکی مصیبت  
کو سہا کیا اور ان کے خیالات کے بلند کرنے کی کوشش کی لیکن وہ جہنم موت  
کی خواہشمند رہیں۔ بغیرتی کے صدمے میں وہ زندہ نہ رہ سکیں اور جلد لاون کا  
خاتمہ ہو گیا۔

یہی مونیخ لکھتا ہے کہ میں ایک عورت کو اس کے بچپن سے جانتا تھا جسے ہی نابالغ  
کے سنگین خودکشی کی اس عورت نے قبل وفات جب ذیل ایک درد انگیز تحریر لکھی۔  
میرے بچے کا زمانہ بہت قریب ہے لیکن میں مستوی کی مان بننا نہیں چاہتی ہوں۔  
اس وقت دو مختلف حالتیں میرے پیش نظر ہیں۔ اپنے بچے کی محبت کا دل سے  
بہلا دینا نہایت شاق ہے لیکن بچہ وہ ہے جو میری بغیرتی کا زندہ پیدا گا رہے۔

میں محبت و نفرت کی ان دو حالتوں کو اپنے دل میں یکساں کر سکتی اور میرا سرواڑے تصور میں پہرا جاتا ہے اور زندگی دو بھر نظر آتی ہے۔ میزری موت سے جو صدمہ آپ لوگوں کو پہونچے ہے اس میں مجھے معذور سمجھیے اور اس صدمے کو دل سے بھلا دیجیے۔ قادری طاقی جہا سے باپ دادا کے ملک پر رحم فرمائے!

عورتوں کے میزیت کرنے کا ایک طریقہ اور بھی تھا جو روسی افسروں نے اختیار کیا اور انکو خوب ہی پھلایا یعنی اکثر شریف عورتوں پر یہ لوگ پیشہ و کیا الزام قائم کر کے اور انکا نام دھج جھٹ کر کے تو اور جب دکانی کے لیے اونکی طلبی ہوتی تھی تو منگانی رشوتیں لیتے تھے۔ لیکن انہیں مطالبہ پر اہل روس نے اکتفا نہیں کی بلکہ پولینڈ کی بکثرت روسی کنیتوں کو عبادت گاہوں کو ہمارا گردالا۔ سیکڑوں روسی کنیتوں کو پادریوں کو پھانسیاں بن سیکڑوں کو جلا وطن کیا اور اکثر غریب کسانوں پر یونانی چرچ اختیار کرنے کے لیے سخت عیشیں کیں اور اگر رضا مندی میں کچھ بھی تامل ہوا تو وہ جان سے مارے گئے۔

۳۔ جولائی ۱۸۳۱ء کو ایک زمانے میں جب اہل پولینڈ پر بقیہ عدہ احکام اور مظالم کی بوچھاڑ تھی۔ لارڈ پامرسٹن وزیر عظم انگلستان نے ان غریبوں کی سفارش تخفیف عذاب میں لارڈ ڈورسٹم سفیر متعینہ سینٹ پیٹریک کو ایک تحریر لکھی تھی جسکا انتخاب ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پولینڈ کے مروجہ رنگوں کی تبدیلی۔ قوانین عام میں روسی زبان کی قید۔ قومی کتب خانوں کا خلاف شرائط جب پولینڈ کے باہر نہ جانا مدارس تعلیم وغیرہ کا بند کرنا۔ تعلیم کے چلے سے بکثرت بچوں کا روس میں بھیجنا۔ پورے پورے خاندانوں کا روس کی جانب ہجرت کرنا۔ کثرت اور سختی کے ساتھ فوج کی بھرتی۔ پولینڈ میں بے انتہا اہل روس کا تفرقہ قومی گرجا میں اون کی دست اندازی ان تمام احکام کا غمناک صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بالارادہ اہل پولینڈ کا قومی آئین ممدوم کیا جائے اور رفتہ رفتہ وہ بالکل روسی بنائے جائیں۔ اوس کے بعد لارڈ پامرسٹن نے ان احکام کے ناقابل عمل اور باعث ترقی ظلم ہونے کا پورے قومی مروجہ رنگوں کا استعمال پوشاک میں سختی۔

تذکرہ کیا ہے اور یہ درخواست کی ہے کہ اگر یہ امور سچ ہیں تو ہماری گورنمنٹ کی جانب سے دوستانہ نہایت تمنا کے ساتھ خواہش کی جائے کہ گورنمنٹ روس اس طرز حکومت کو مستعد کرے اور معتدل کرے۔ اس پیغام کا جواب نہایت مہذبیت کے ساتھ یہ دیا گیا کہ یہ تمام اخبار پریشان شہنشاہ پر محض بہتان ہیں۔

ہنوز اس غلط جواب کی روشنائی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ ستمبر ۱۸۷۳ء کو افسران پولیس کے نام حسب ذیل سرکلر ایل پولیڈ کے خارج الہد کرنے کی نسبت جاری ہوا۔

”فلک کی ایک سے ڈیڑھ سو خاندان لینا چاہیے۔ ہر ایک کو دو سے پچاس لیس سو ایک سو وغیرہ وغیرہ .... انہیں شرفا کا انتخاب کرو جو صاحب خاندان اور ملکان آراضی اور زمیندار ہیں یا وہ لوگ جو قصبات میں سکونت رکھتے ہیں۔ اون لوگوں سے ابتدا کرو جو بغاوت میں شریک ہوئے اور جنگ طرز زندگی مشتبہ ہے۔“

اس واقعے کے بعد ایسی سیمینے میں مقام پوڈولیا کے لوگوں نے شاہنشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی جس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

”آپنے روسی بھائی بندوں کی طرح ہملوگوں کی زبان ہی ایک جداگانہ زبان ہے وہ ہمارے حافظے میں بسی ہے اور صدیوں سے ہم وری زبان بولتے تھے۔ حضور کے بندگوں نے اپنی کرد و بند دیگر رعایا کے مثل ہمدنی زبان کو بھی برقرار رکھا۔ باہمی معاشرت میں ہم اس وجہ سے اسکو ترک نہیں کر سکتے کہ ہمارا تمام معاہدات و اقرا و تجارت اور مل تسکات اسی زبان میں لکھے ہیں۔ حضور نے خاندانوں کا بند کرنا اونکی جائیدادوں کا ضبط ہو جانا مناسب خیال فرمایا لیکن انہیں خائف ہوں سے ہادی اور واعظ نکلتے تھے جنکی اب قوم کو بڑی ضرورت ہے۔ اگر مذہب کی پستی نہ رہی تو ہم لوگوں کے اخلاق اس قومی تفریق اور انقلاب کی حالت میں سخت خطرے میں پڑ جائیں گے۔ ہم لوگ دست بستہ عرض کر رہے ہیں کہ حضور ان خوف خرابیوں کو دفع فرمائیں۔ حضور یہ بھی حکم دیں کہ کوئی شخص مروت ممالک میں خارج البلد نہ کیا جائے۔ ہر عرب سا غریب آدمی جو جائداد ہے زمین کے اوسی گوشے کو پسند کرتا ہے جس میں اسکی پہلے آگاہی ہو۔ اس

عہدویت ناسنے کی تعظیم کی تحریر میں بے انتہا خاندانوں کے آئینہ شریک ہیں ہلوگون کو جرئت لاتی  
ہو کہ اپنی فریاد سے حضور کے رحم کو جنبش دینے لگے۔

اگست ۱۳۳۱ء کو چھ برس کا بل کے سکوت میں غلووم اور دشکستہ ہالینڈ کے قدیم ناسورو کا اندل  
ذیل کے نہایت نرم حکم سے فرمایا گیا ہے۔

اشہری اور تصباتی باشندگان پولنڈ کو اطلاع دی جاتی ہو کہ وہ آئندہ سے دائرہ اشا اور کرکاکو کا  
قومی لباس پہنیں اسی وجہ سے جو گوشیدہ گنارٹوپی۔ پرنٹاوس۔ جڑاؤڈاب کا استعمال ممنوع  
کیا گیا اور نیلا۔ قرمزی اور سفید رنگ بھی منع ہوا۔ آخری رنگ کا استعمال صرف کروٹوں۔ دستکی ٹانوں  
اور جاکتیوں میں جائز ہے۔

۲۔ روس کا بھورا لباس آئندہ سے لباس قرار دیا جاتا ہے لیکن بستہ پیرات بسبز  
اور سرخ بھی پہن سکتی ہیں۔

۳۔ چونکہ روسی لباس نہایت کم قیمت ہے لہذا حکام صدر ایسی دوکانوں کے کھلنے کا بند  
کر دیا جنہیں روسی لباس عوام کو کم قیمت پر بیعہ آسکے۔

۴۔ جو لوگ فوراً اس حکم کی تعمیل کرینگے اوکو ایک کھرویل انعام دیا جائیگا اور حالت تاخیر  
جن مندرستہ تازیانہ اور حالت انکار میں دو فی سترہ دیا جائیگا۔

ایک عیسائی سوئے ترکوں کے ان مظالم کا جو عیسائی دنیا میں نہایت مذکور سے وادہ ہو رہی ہو  
کے ساتھ اس طرح مقابلہ کرتا رہے۔ وہ لکھتا ہو کہ یہ ملک تعلیم کے دشمن نہیں ہیں۔ انہوں نے کوئی دارالعلم  
کسی صوبے کا اپنی حکومت میں بند نہیں کیا لیکن برخلاف اسکے روس نے پولنڈ اور لتوانیا کے  
تمام کتب خانے اور اعلیٰ درجے کے مدرسے بند کر دیئے۔ اس سے پہلے پولنڈ میں سات دارالعلم  
تھے لیکن اب صرف دو جاتی ہیں اور وہ بھی حکومت استریا میں۔ ترک باشندگان سے روٹیوں  
بلگیر یا کو ترکی زبان بولنے پر مجبور نہیں کرتے لیکن روس نے پولنڈ کو پولش زبان بولنے سے روکتے  
ہیں۔ یہ لوگ اگر اپنی مادری زبان بولتے ہیں تو اونپر سخت جرمانہ ہوتا ہے۔ . . . . . شخصی  
آزادی۔ آزادی مطبع۔ آزادی تھریر یہ اسطرح کی چیزیں ہیں جن کا وجود ہی شاہنشاہ زار کی  
جہاد وارسا اور کولونڈ کھو دینے سے مشہور

۱۳۳۱ء میں یہ حکم شہنشاہ نکلس نے صادر کیا





اگر پولٹ کے واقعات سے قطع نظر کیا جائے تو سرکشیا اور لٹیروا مینا میں بھی امن و نظام کی بہرہ برداری۔ ایک سلطنت ترکی سے اسی ۱۵ ویں صدی میں بکثرت لڑائیاں ہوئیں اور اگر سامان جنگ اور جنگ کے خمیا زون پر غور کیجئے تو یہ امر بلا سائلہ صحیح ہے کہ روسی سلطنت کو اس آخری صدی میں صرف ترکی کی لڑائیوں سے دم مارنے کی مہلت نہیں ملی۔ مین ان لڑائیوں میں جنگی اقرواقی جنگ کی حالت پر ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں جسکے مفصل واقعات بعض لوگوں کے حافضے میں محفوظ موجود ہو سکتے۔ یعنی سٹمہ اور مہ کی لڑائی۔ اس لڑائی کے بعض ایسے واقعات کا تذکرہ اس موقع پر مناسب ہے جو بے طرفدار لوگوں نے ذاتی تحقیقات سے قلمبند کئے ہیں یا سرکاری ذریعوں سے افملکی تصدیق ہوئی ہو۔

ہاں اگر گت کو تیسرے کا ایک بحری کار سائنڈنٹ لکھتا ہے کہ مٹھام نین بی میں رستے سے ڈوبائی گئے کے فاصلے میں نے دیکھا کہ ایک سو بیس آدمی مرے پر سہ ہین جنگی اہل بلگیا اور کاسکون بنے نہایت پیر جی سے قتل کیا ہے۔ یہ تو کین ہین روہو پتہ نہیں ہے۔ ایک نہایت حسین اور جوان لڑکی اور یہ مری ہوئی تالاب میں لگی پڑی تھی۔ باقی لاشیں مین پر تھیں۔ یہ لاشیں آٹھ گھنٹے سے دیکھا کہ بہت سے خاندانوں کو بچوں سمیت مار کر ایک کونین مین ہونک دیا تھا۔ ان لوگوں کی عمارت اور عمارت کا چوبی پوٹھا کوٹنے میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ غالباً یہ لوگ غریب اور امیر تھے۔ ایک مکان میں عورتیں اور جوان لڑکیاں بند کر دی گئیں اور وہ دس دن تک برابر اہل بلگیا اور کاسکون کی زیرِ شکنجہ رہیں۔

ایک بوہری عورت کی زبانی جو مین پروس میں رہتی ہے یہی ہے دریافت ہوا کہ بعد کو اس گھر میں آگ لگا دی گئی اور پندرہ عورتیں چھڑ کر نکلیں۔ جو وقت ترکی فوج کی آمد آمد کی خبر پڑی تو ہمارے معلوم ہوئی فوراً وہ لوگ تین برس سے تیس تک کے کل بچوں اور عورتوں کو کوہ بلقان میں بھاگ لیکئے۔ اسی اخبار کا ایک رسپانڈنٹ ۱۸ جولائی کو ڈیٹا نوپل سے لکھتا ہے کہ اٹھ پانچ گھر مین دو عورتیں مہری نظر سے گندین جنگی اہل بلگیا نے زخمی کیا تھا۔ دو سال کی کاہنات کا ایک بچہ تھا جسکو نیزے سے کسی کا سک نہ مارا تھا اور ٹانگ گولی کے زخم سے چھینٹے ہو گئی تھی۔

ڈیلی ٹیلیگراف کے کارسپانڈنٹ نے مقام بنی زغر سے اطلاع دی کہ کئی قیدیوں نے روس اس مقام کی جو فضاک حالت ہو گئی ہوا دیکھ کر ناہنجی شکل ہے۔ تمام ملک ایک حرکت یا دیرانہ ہو گیا ہے جانور اس سب سے کی تلاش میں جو جلنے سے جا بجا رہا ہے اپنے مالگوں کی لاشوں پر پڑے پھرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ جانے بچ رہے ہیں وہ سب جو نظام روسی باقوتوں سے ہوئے ہیں وہ ایسے دروہ نگاہ ہیں کہ ان کا قصہ دیکھ کر بھی شکل ہے۔ مجھے بھاگنے والوں میں اکثر وہ بات بیت کی نوبت آئی علم انھوں میں سے ایک خاندانوں سے جنکو حملہ آوروں نے ہر گاہ یا تھا جو لوگ اسکی زغر سے بھاگے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ اوس ضلع میں کوئی عورت کوئی بیٹو کر ہی نہیں بچا جسکو اہل بلکریا اور جنرل گرگو کے کامکون نے سخت پیرجمی سے سخت نکلیا ہو۔ لیکن مسٹر آرچی بالدفارس نے اس واقعہ پر شہرہ میں جو ایک مختصر حکایت اسی مقام کی لکھی ہے وہ اس سے بھی زیادہ غریب انگیز ہو۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک یہودی قوم کی چار سکی ہندیں ایک ذلیل بلکریا والے کے ہاتھ سے اپنے زخمی باپ کے روبرو بغیر کی گئیں۔

کریٹل اور جنکو ایک مغربہ نگار نے عہدہ دار نے ہم جولائی کو سیکے سے اپنے اہلیات کو لندن میں یہ اطلاع دی کہ تین کل بعض مصیبت زدہ مسلمان بھاگنے والوں سے ملا اور انکو مدد دینی میں نے ایشمار عورین۔ مرد بچے فوجی اسپتال میں نہی پاسے۔ غضب ہے کہ لاوارث عورتیں تلوار اور بر بھی کے زخموں سے چور پڑی کر رہی ہیں اور اوپر ستم یہ ہے کہ سات ماہہ برس کی لڑکیاں اور اسی سن کے لڑکے اور کل نو چھپنے کا ایک مضموم بچہ سب اسی طرح زخمی ہیں۔ یہ حرکات (اہل روس) اتفاقاً کسی خوش غضب کی حالت میں ہونے نہیں ہوئے بلکہ فوج نے رستے میں (مقتلے کے طور پر) یہ افعال بلکریا عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیے۔ اسٹینڈرڈ کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ قریب ایک تین یہودیوں پر غیظ و کرم ہے کہ چھاپٹ جہاز کے خوشحال یہودیوں سے کل نقد روپیہ جو ان کے پاس تھا چھین لیا گیا اس کے بعد عورتوں اور لڑکیوں کا زور طلب ہوا۔ ہر نو تین کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ طلبہ مولوں نے غریب عورتوں کے جتنے جین گس کر زبردستی ہاتھ لگے کا سارا زور لوجھا شہر سے کیا اور اکثر لوگو

عجبت اور طبع میں مار ڈالا۔ اس احمق کے پرتیسیرے روز عین اتوار کے دن جو زبردست باران  
 غیر حیران زن و مرد کے ساتھ کی گئی ہیں ان کی تفصیل شکل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ شام تک  
 فوسہودیوں میں آدھہ باقی رہ گئے تھے۔ رات کا حال اس سے زیادہ مصیبت خیز تھا۔  
 کاسکون نے شراب پی اور نہایت بی رحمی سے قتل شروع ہوا۔ آہنی کنہروں کی سیخوں  
 میں عورتیں چبیدی لگیں اور بچے نیزوں سے چھید کر یہودی معبدوں کے دروازوں  
 اور نشست گاہوں پر بڑھائے گئے!!

ترکی مصیبت زدوں کے لیے جو جلسہ ترکی میں قائم ہوا تھا اس کے افسر نے اپنی رپورٹ  
 میں لکھا ہے کہ مقام آفلندنی میں اوستے دوسو بارہ بیوہ اور بیویوں کی مدد کی خبر شہ داران  
 ذکور کو اصل بلگاریا نے قتل کر ڈالا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ مجھے لوگ ان غریبوں کے قتل پر  
 لے گئے اور میں نے تھوڑی سی چوتسائی ایکڑ زمین میں پچتر لاشیں پڑی دیکھیں۔  
 اہل بلگاریا کو کاسکون نے قتل کا حکم دیا اور آخر تک خود موجود رہے۔ موضع منسل  
 میں نہیں بغار کے منصل میں نے ڈیرہ سو عورتوں اور بچوں کی مدد کی۔ اس مقام کے  
 کل مقتولین عورتیں اور بچے تھے اور سو کے قریب وہ تھے جو گائوں سے علیحدہ چند گھنٹوں  
 کی راہ پر بلقان کی گھاٹیوں میں قتل ہوئے تھے۔ یہہ خرب عورتیں اور بچے ہارڈوئین  
 پہنچائے گئے اور انہیں سے بعض عورتیں قتل کرنے سے پہلے بیعت کی گئیں۔

جب ان مظالم کو طوفان نے زیادہ ترقی کی تو گورنمنٹ عثمانیہ نے سلطنت ہاتھ  
 یورپ کو مختلف ذریعوں سے اسکی اطلاع دی چنانچہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو سفیر مسینہ  
 پیرس کو حسب ذیل اطلاع ملی۔

۷ جولائی کو روسی فوج مواضع کشین اور بلوڈن میں پہنچی اور اوستے سلاوین  
 سے ہتھیار رکھوائے اور اہل بلگاریا کو وہیں ہتھیار تقسیم کیے گئے۔ اہل بلگاریا نے حسب  
 سابق مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ یوں کہ وہ عورتیں اور بچے سب قتل کر ڈالے  
 اور گھر جلا دیے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان روس کی بغرض صرف یہ ہے کہ راہ میں جتنی  
 مسلمان غنیمت اور کچھ تہ تیغ کریں۔ پس ہمارے ہاں نصیب ہم مذہب ایسے دشمن کے ہاتھ سے

سخت یہ رحم اور خطرناک سلوک برداشت کرینگے جسے اپنے آپ کو حقوق تسلیم نہ ہو  
وکیل اور ہمارے کل رعایا کا بے طرفدار محافظ قرار دیا ہے۔ — یہ ممکن یقین ہے کہ ان  
مسئلم کی شہرت سے یورپہ کو غیرت اور غصہ ضرور معلوم ہوگا اور اس سپہرائے امور  
کا سخت اثر ہوگا۔

۲۳۔ جولائی کو سلطنت عثمانیہ نے پھر اس مضمون کی خبر دی کہ روسی اور اہل بلغاریہ  
کے جن مظالم کی ہم نے سابق میں اطلاع دی ہے ان کی تصدیق ایک تاریخ نویس سے ہو گئی  
جو گورنر ژنودا نے وزیر غلام شری کو دیا تھا۔ ایک مسجد میں آگ لگائی گئی جس میں ساکنان  
شیامسی کینی نے پناہ لی تھی اور وہ سب کے سب زندہ جلائے گئے۔ مقتول مسلمانوں  
اور بچے ہوئے بچاؤ کی ایک فہرست دی گئی ہے جس میں کئی سو غور تین ہی شریک  
ہیں اور یہ اون دیہات کے متعلق ہے جن میں غنیم کا واقعہ ہوا۔ یہ کہتا جاتا ہے کہ بعض  
مقامات میں ایک مسلمان بھی زندہ نہیں بچا۔ چونکہ مقامات کے نام بھی لکھے ہیں لہذا  
ظاہری حالت صحت کی ایسی ہے کہ اس سے انکار شکل ہے۔ بعض مقامات پر تو  
کے گھٹاؤں جلا دیے گئے اور اگر لوگوں بھاگے کا قصہ کیا تو وہ زبردستی لگ میں چوکی گئے۔

مسٹر لیڈز انگریزوں کے مفید و مستعینہ افسانہ نے ۲۴۔ جولائی کو ایک  
مراسلہ ایل آف ڈربی ویزڈول فابرجہ انگلستان کو لکھا تھا جس میں انہوں نے ان  
مظالم کی تصدیق کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہل روس اور بلغاریہ کی کانوینشن نے  
بلغاریہ اور رومیلیا کے مسلمانوں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ روس کی مرضی صرف یہ ہے  
کہ تلوار کے زور سے مسلمانوں کا خاتمہ کر دے اور ان کو ملک سے نکال دے۔ مسٹر لیڈز  
نے یہ بھی لکھا کہ سلطان کی آرڈر و یہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ اپنے دباؤ سے اس کو  
ایسے مطالبے کے برخلاف پر مجبور کرے۔

اس وقت کہ سلسلہ رپڈ واپس آسکا تو قبضہ اور کو مصلحت باشد محض آوارہ اور فائدہ بخش ہو گئے اور اہل بلغاریہ  
کے مظالم سے ان کو اپنے اہل وطن کی جانب رخ کرنیکی جرأت باقی نہ تھی سلطنت سے یورپ نے تحقیقات  
حال کے سلسلہ افسانہ اعتبار بالافتاق ایک کمیشن مقرر کیا جس میں تمام سلطنت سے یورپ کے

وکیل شریک تھے۔ اہل روس اس تحقیقات کے مخالف تھے اور انہوں نے کوئی دقیقہ  
 کیشن کی کارروائی میں ہرج و مرج ڈالنے اور شہادت کے دبانے کا اوٹس نہیں رکھا لیکن  
 کیشن نے اپنی کارروائی بلا تردد و توقف جاری رکھی۔ جو اہتمام کیشن مذکور نے اس  
 تحقیقات میں کیا ہے وہ خود ان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں "ہم نے ایک  
 میلین کے قریب تک یہ کام کیا۔ اس عرصے میں ہم نے بلا توقف و سکون بہت سے  
 اضلاع جنگی آب و ہوا خراب تھی اور بہت سے دشوار گزار کوہستانی محاذات طے کیے  
 اور دریاؤں و نہروں میں بارش کی کثرت اور جھٹپٹہ میاں کی دھوپ یا مالالت طبیعت  
 کی وجہ سے جو تمام کیشن پر یکساں موثر تھی اپنی متواتر و تسلسل کارروائیوں کے  
 جاری رکھنے میں گہری مہر کی تاثیر نہیں کی تاہم ہر سی محنت بخوبی وصول ستیہ اگر  
 وہ ان مصیبت زدہ لوگوں کی مدد دہی میں جسکی تکلیفات ایسی بیتہ رہو رہی ہیں کچھ  
 ہی کام آئے۔"

شہادت جو اس کیشن کے روبرو پیش اور قلمبند ہوئی وہ عام طور پر اس مضمون کی تھی  
 کہ بوڑھے عورتیں اور بچے یگانہ قتل کیے گئے۔ گانگن پر حملے اور آتش زنیان ہوئیں اور  
 بکثرت عورتیں اور بچے آگ کے شعلوں میں فنا ہو گئے۔ خالی مکانات جلا کر خاک کیے گئے  
 اور بہت سے غریب یہا تین کو داپسی کی ترغیب دیکر تھپراؤں سے چھینے گئے اور روسیوں  
 کے ہاتھ پر وہ بے موت قتل ہوئے۔ خوفناک آذیتیں دیکھیں اور بکثرت عورتیں مارا گیا  
 برسی طرح بغیرت کی گئیں۔"

ایک میلین کی کامل تحقیقات میں جو مہول رپورٹ اس کیشن نے کیا ہے اس کے لبس  
 فقرات ہر ذیل میں بطور انتخاب بدیہ ناگزیر کرتے ہیں مقام زمینی کی تحقیقات میں  
 جہاں کیشن نے ہنزوئین کی نسبت یہ تجویز کیا ہے کہ وہ سب کے سب مسلمان تھے  
 اور سب یلگرایا اور ویلیا سے روہی فوجی کارروائی کی وجہ سے بہاگ آنے سے وہ بکھتر  
 ہیں کہ ان لوگوں کے زار کا زمانہ ہمیشہ وہی ثابت ہو رہا ہے جبہ و خنی فوج قریب پہنچی  
 بل کیسلس ہر شرمی دن رشور کش دار۔ ہلا ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی تھے۔

یا اس مقام میں داخل ہو گئی۔ مفرورین میں بعض لوگ قتل۔ غارت۔ آتش زنی اور چبے فوج کے  
 بھالکے جکا اوتھوں نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا یا بالذات وہیں مبتلا ہوئے اور بعضوں کو قہقہہ ہنسا  
 ہم نہ پہنوں کے مصائب اور مظالم دیکھ کر ایک وحشت سی سوار ہو گئی۔ اس شہادت کے وقت  
 جو ہزاروں آدمیوں کی زبانی ہرکو پہنچی یہ معلوم ہوا ہے کہ فوج مکملہ اور کولفورت خواہ اتفاقاً  
 میں یہہہ جمع بھاگنے والوں کا نظر پڑا جو پٹاروں (بلقان) پر چڑھ رہا تھا اور اپنے ساتھ لڑکوں  
 پر اپنے خاندانوں کو لادے لئے جاتا تھا۔ ان لوگوں میں بوڑھی عورتیں اور بچے شامل تھے اور  
 اس قدر اسباب بھی تھا جو فوج قوم کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکے تھے بہہ تھیں کثیر تھیں  
 کے زور سے بھگایا جاتا تھا اور جب گردنی کوہ پہنچا پھر چار جمع ہوا لوگوں کی اور تلوار سے قتل  
 کیا گیا اور دریا سے جڑواؤں اور بوڑھی عورتیں ڈبو گیا۔ دو ہزار بچے زیادہ ہونگے جنکو خود اوکرا  
 ماؤں نے ہیبت اور اضطراب کی غمناک حالت میں نذر دریا کر دیا یہہہ سمجھ کر کہ یہہہ موت اور بوجہ  
 ہزار درجہ بہتر ہے جو غنیمت کے ہاتھ سے انکو نصیب ہو گئی۔

ابن کمیش کو خلیفہ ہرنی میں تحقیقات سے یہہہ ثابت ہوا کہ تمام مسلمانوں کی آبادی  
 مع ویرہہ کائنات اور مساجد کے جلانی گئی اور بہت سے گائوں تباہ ہوئے اور ضلع دیو  
 میں کل ٹرکی دیہات قطعاً معدوم کر دیئے گئے۔ اہل کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہزار  
 اونکوان واقعات کی محنت میں بہت شک ہوا اسوجہ سے اونہوں نے تحقیقات میں نہایت  
 مبانت اور مہتمام کیا لیکن یہہہ تحقیقات وہ لکھتے ہیں کہ انہی آبادیوں پر روشن سرزمین میں ہوا اسوجہ  
 کچھ دیکھائی نہیں دیتا البتہ اسکی زراعت سے یہہہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بیشتر اس میں زندگی کی جان بچی  
 لیکن اب کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ یہہہ قابل توجہ ہے کہ ملک کی تباہی میں تو پچانہ صرف  
 دو مہرے درجے کا آئے تاکہ کو غیر متصل مکانات کے لئے شغل اور اندھن کی حاجت تھی یہہہ مکانات  
 بعضے یا ہر زیادہ مرقع سے تھے اور مسجدیں پڑوس کی ہاٹریوں پر زور در بنی تھیں اور کیت کی کمی  
 کو سکے حاصل ہر تھے۔ یہہہ شخص سمجھتا ہے کہ جو آدمی الگ لگا دینے پر قادر تھا اسنے قتل و غارت بھی ضرور کیا  
 ہوگا۔ یہہہ تباہی تقریباً سو سال پہلے ہوئی تھی کہ براہر تہی چلی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی فوج  
 اسی مرقع سے ہونی ہوئی انکے کل گئی ہے۔

شدہ کی جنگ کی کوئی غرض و مقصد نہیں لیکن اس موقع پر زیادہ تر قافل غور یہ امر ہے کہ آخر انجنگ عظیم  
 کی ضرورت کیا تھی۔ کیا سچ ہے کہ روس و مظلوم عیسائیوں بلکہ روس کی حمایت نہ اسکا جواب ہم اپنی زبان  
 سے کچھ نہیں دیتے بلکہ ایک فنی عالم کی مشورہ پر سے چند فتر سے نقل کر دینا مناسب سمجھتے  
 ہیں۔ یہ تحریک پرشہ میں ایم ڈرگنات سابق پروفیسر دارالعلوم قیٹ نے ایک سہ ماہیہ مقام شہر  
 کی تھی اور غالباً یہ وقت وہ تھا جبکہ صوبہات سر دیا اور بلکہ باغیہ روسی تحریک سے باغی ہو چکے  
 تھے اور سلطنت روس میں ترکوں کے مقابلے میں دہوم سے نہری جنگ کا وعدہ جاری  
 تھا۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں پھر کی مین جس بغاوت کے ہم شاک ہیں وہ خود روس میں جو  
 ہے۔ اہل روس غیر واجب محمولات سے محتاج ہو گئے ہیں۔ یہ طریقہ حصول عالم کرکٹ کیا  
 نہایت سخت ہے اور مدت سے اسکی شکایت جو رہی ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ سارا بار اسکا  
 سلطنت کا محض کاشکاروں کے سر ہے جواب روسی رعایا ہے۔ افسان گورنمنٹ کو انصاف  
 مطلق حاصل ہیں اور وہ ان اختیارات کو کام میں بھی لاتے ہیں۔ رعایا کی آزادی اور حفاظت کی  
 کوئی ضمانت موجود نہیں ہے علاوہ بران روس کو ایک مذہبی اور قومی جوش ایسا گہرے ہوئے  
 ہے جو سلطنت ترکہ میں نہیں ہے نہ تمام خیالوں کی انکی ہرگز ایسے عادی ہو گئے ہیں بلکہ انکی  
 سطلق پروا نہیں ہوتی حالانکہ یہ خرابیاں ویسی ہی ہیں جیسے بلکہ روس کے سلاطین کا اثر پرستہ یا دم توڑ  
 ایم ڈرگنات نے اسی سارے میں بیان کیا ہے کہ قانون آراضی میں ہرگز کو شاک انخرا تیان اثر شک  
 روس میں موجود ہیں جبکہ سب سے اکثر کاشکار می اضلاع میں سخت فطرتاً۔ گذشتہ چند سالوں میں ان  
 آدمی کال کو نہری میں قید کئے گئے یا دور دست ملکوں میں جلا وطن ہوئے اور جرم متعلقہ سلطنت  
 کے پاداش میں کثرت و جسیانہ احکام کا نفاذ رہا۔ ۱۰ سال کی ایک چوکری کو عرت اجم میں  
 معدنیات میں سخت سخت کی مزاد کی کہ اسے فرق سوئیا سٹ کا ایک رسالہ فروخت کیا تھا  
 جو بلا و عرت میں ہزاروں کے قریب فروخت ہوئے ہیں۔ پانچ اخبارینہ بلکہ ہندو کم کے گئے  
 حالانکہ بغاوت کویت کے زمانے میں ہزاروں کو بچکا فتنے یقین دلا یا تھا کہ سلطنت روس میں مطیع آؤ  
 ہے۔ پولینڈ کی عدالتوں سے انکی دبی زبان قطعاً خارج کی گئی۔ قید خانے ان لوگوں سے معمور ہوئے  
 جو موجود قوانین سے ناخوش تھے۔ دارالعلوم کے اختیارات سلب کئے گئے اور مسلمانانہ

کی عورتیں مدرسے کی آٹون اور اوستانی بننے سے ممنوع ہوئیں۔ غرض کہ ایدو گنٹا فائنے انکلاؤنگ  
 جدید دیکھنا خوشی اور ناراضی کے سوا کچھ نہ پایا۔ انکی اسے میں سلطنت روس کو کوئی منصب نہیں دینے  
 کہ وہ دوسری ٹولنکو زنگی لبر کر کے قاعدے تعلیم کرے بلکہ برخلاف اسکے انکو سلطنت روس  
 کی اس حرکت سے کہ وہ ٹرکی میں تباہ اور آزادی کے اصول پہلائے سخت مخالفت تھی۔  
 پر بغیر وہ صاحب مکتے ہیں کہ خفقہ میر ہے کہ ایسی سلطنت میں جہاں حکومت خلق مہر کی کامیابی  
 کر رہی ہے جہاں محصولات میں خوشی رعایا میں موجود ہیں۔ جہاں روسی ملکیت میں ہر چیز کے قابل  
 کرنے کی فکر ہے جہاں نہری حکومت کی تائید پولیس ذریعے سے ہوتی ہے اور جہاں شخصی آزادی کا  
 کوئی نشان نہیں ہے ایسی سلطنت آزادی کی طرف ازینیں ہمارا بانگ تھی۔ ایسی حکومت کا غلبہ  
 ان لوگوں پر نہایت ہونا جو حکومت ترکی سے آزاد ہونے کا بل سر دیا اور بلکہ یا دیگر کو ان حرکات سے  
 سخت نفرت روس کے ساتھ ہو جائیگی اور یہ نفرت خود گورنمنٹ روس کے ذاتی فعل سے ایسی عمومی نفرت  
 کا سبب ہوگی۔ ” پر وہ میر صاحب روس کے اس خفقہ طبع کے بارے میں جو سر دیا کی تعلیم یافتہ اور  
 مدد دہی کے دیتے مقرر ہوا تھا لگتے ہیں کہ (روسی) دانشوران کو فاضل کی لاجواب بہادری کی خوشن  
 شہر بخیر ہی مساوی تھی اور اسی وجہ سے لوگ انکے بقاعدہ اخذ و جبر کی معاملات چشم پوشی کرتے  
 تھے لکین اور افغان و حرکات سے انکا سا راہرم کہل گیا۔ بہت سے افسران لوگوں میں وہ تھے  
 جو پوائنڈا کوہ قاف میں غذائی فوج باورنے کے غاوی تھے۔ اسکا خجہ میر ہوا۔ چند ہی نیپے کی  
 جنگ میر و یامین و ریائے دیونوب۔ سپوا اور مروا میں زد و کوب کے وہ قاعدے چاہنے والے  
 جو خود سلطنت روس کے دیر دست ممالک میں وجود نہیں رکھتے۔ سپاہی۔ کاشتکار۔ طلباء  
 استاد میر و یامین کے باشندے ہوں یا بلکہ یا کے ان سب پر انہیں خواہ مخواہ شائستگی کا ملکہ تھا  
 سابل روس نے جنگ کی شاید بھی تعلیم نہی جو باشندگان سر دیا اور نیکلر یا کو دی لیکن ہنوز ہمارا  
 فوجی افسر بلکہ ہمارے اخبار تک واقعت بغیر میں کہ سر دیا اور بلکہ یا کے رہنے والے سر دیا  
 کی سخت حکومت میں ذاتی آزادی کا خوش اس سے نمیدہ رکھتے تھے جو ہکو حاصل ہے وہ لکین میں جانتے کہ  
 سلطنت عثمانیہ کی وہی حالت جا برانہ ہزاروں شکیکہ کے قابل نہی جہاں آزادی و مساوات روس  
 بہ نسبت زیادہ تھی۔ ”



اسی صدی میں جب ترکی کے ساتھ یہ روز کی ہنگامہ آرائیان فایم تھیں روس کے مضطرب  
اجزائے سلطنت یعنی خشکی افسروں نے جنگدار اور حکومت زار پر ہر دور میں غلبہ رہا وہی سلاطین  
جنگ وسط ایشیا میں بھپائی۔ سلسلہء امین تاشقند پر قبضہ کیا گیا اور شہر تک پہنچا  
۲۲ سال کے غریبے میں تمام ترکستان اور ترکمانوں کا ملک مملکت محروسہ روس میں داخل ہو گیا  
اور وہی حرکات حیوانی ان ممالک میں برتنے گئے۔

روس کا مشہور اخبار نائیت، تاشقند کی فوج کشی کی ثبت لکھتا ہے کہ روسی جنرل  
مکزنائٹ نے تاشقند کی فوج کشی اور تھین نی میں بڑی بلند نامی حاصل کی جسکے سامنے ترکی  
باشی بڑو تو کا قتل گناہی میں ڈوب گیا۔ یہ خبر لی صوبجات کا روسی بنانے والا افسر وہ شخص  
ہے جس نے اپنی ساری عمر اہل پولند کی قومی ہمدردی کے منہا۔ یا میں صرف کردی اور  
جسکی سہراوقات اہل پولند کی غارت اور بوٹ پڑ رہی تھی۔ یہ لوگ ہرج اور آؤ فوج کے منہا  
گئے ہیں جبکہ کام مظلوم تو منو کی حقوق کی خاطر ہے۔

نچارا میں جو مسلمانوں کا قدیم دارالعلم تھا یہی مظالم ہوئے۔ باری مسلمان بزرگوں  
کے قبرستان تک کہو دے گئے اور وہ بیرجی اور جیجائی کے افعال کیے گئے کہ سیکڑوں مسلمان  
جلاوطن ہو گئے۔ مجھے یاد ہے کہ جب شہر امین افسر ورت تبدیل آب و جواک گیا تھا لوگ  
سفر میں مختلف معقولہ نیران خانہ بدوش مسلمانوں سے مجھے اونکے حالات مصیبت کے تفصیل دریا  
کرنے کا موقع ملا۔ یہ لوگ صرف روسی مظالم کی بہرہ راسے اپنا گہرا بدعزیز و اقارب تہہ و تکلیف  
بدوش ہو گئے تھے۔ جو حالات روسی مظالم کے ان لوگوں نے مجھ سے بیان کیے ہیں  
ان کی یاد سے اس وقت میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

پروفیسر واسپری ساکن آسٹریا نے حال کے ایک شہور سیاح نے جنہوں نے معلوم  
وسط ایشیا میں بڑا اعتبار حاصل کیا مسٹر بارون کی تائید کلام میں یہ بیان کیا کہ اکتاپا میں شہر  
ترکمان قتل ہوئے۔ جب یہ غریب ترکمان بے ضرور ہوئے تو انکا تعاقب کیا گیا۔ انکا مال و متاع  
چینا گیا اور نہایت چیرجی سے یہ لوگ قتل کئے گئے۔ مقولین میں سپاہی۔ بوڑھے۔ عورتیں  
اور بچے سب لوگ شامل تھے۔

کیونکہ شہسپا کا واقعہ کچھ اس سے کم درجہ کا نہ تھا۔ وہاں بعد ختم جنگ دس ہزار ترکمان فطاون  
 میں کترے کئے گئے اور چند گشتوین سبکے سب فہارڈا لے گئے۔ پچارے مسلمان ترکمانوں کی  
 غوریتیں قتل کرنے سے پہلے خراب کی گئیں اور تین روز تک سرخواری قتل و غارت کا اذن عام رہا تھا  
 کہ بالیس ہزار باشغہ دن بن کل میں ہزار بانی رہ گئے اچووا کی سب سے آخر والی فوج کشی میں علاؤدین  
 سغلام کے جنگی قسمت مومن لکشا ہے کہ یہ البسی لڑائی تھی جو اس سے پہلے کبھی سیرمی نظر سے نہیں گذری  
 اور جو موجودہ زمانے میں بہت کم دیکھی جاتی ہے۔ ایک ہلکا سا عجیب و غریب ظلم شخص ایک خانہ  
 بدوش نامہ قوم پر یہ ہوا کہ جنرل کفین نے چار لاکھ دس ہزار و پیرچہ اس فرستے پر جبراً لے گیا اور اس کے  
 وصال کے لئے پندرہ روز کی مہلت دی۔ سوغینا مردن نے ناچار اس فتوے پر رضا مندی  
 ظاہر کی۔ ہر خید ایسے غمناک سے جو محض کاشتکارانہ زندگی بسر کرتے تھے اور جنگی ساری دولت ان کا  
 غلہ اور مویشی تھا نقد روپیہ کا وصول ہونا تحلیل سی مہلت جن مکن نہ تھا تاہم جنرل کفین نے  
 خلاف معاہدہ اس مہلت کو بھی زائد از ضرورت خیال کیا اور قبل از وقت دفعہ گولوٹکا ف  
 الفاظ ذیل میں حکم دیا۔

”نومدا وراونکے متعلقات کو کایتہ معدوم کر ڈالو اور انکی مویشی ورجاہاد کو ضبط کر لو۔ جلا  
 وطن ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ تم میرے حکم کی تعمیل اس عرض سے کرو کہ یہہ نا فرمان فرقہ بالکل  
 معدوم ہو جائے۔ ستم سبک گاہن اس موقع پر خود موجود تھے انکے روبرو جنرل کفین نے  
 گولوٹکا کو حکم دیا کہ اس فوج کشی میں سن اور منس کی تینہ نہیں ہے ان سب کو مار ڈالو۔ اگر  
 نے جواب دیا میں بسر چشم ایک ارشاد کی تعمیل کر دے گا۔ اسکے بعد کرینل خود بیان کیا کہ میں  
 عندمکاٹا اور ہر جنرل کو نظر آئی جلا ڈالا۔ ہر شخص کو مرد و عورت بچہ کوئی ہو مار ڈالا اور زبان  
 تیرہ گویا عورتیں اور بچے ملے۔“

اس پیرجمی کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے قتل اور اس علانیہ عہد شکنی پر ہزار نے  
 انکو کیا سزا دی؟ دو مرتبہ درجے کا نمونہ سینیٹ جارج عطا فرمایا۔

بعد فتح خیوا جو عہد نامہ گورنمنٹ روس اور خان خیوا کے باہم ہوا ہے اس کے  
 بعض شرائط ملاحظہ طلب ہیں۔

۱۔ خان خجوا بلا اطلوت روس کچھ تعلقات دوستانہ ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ قائم نہیں کر سکتے۔

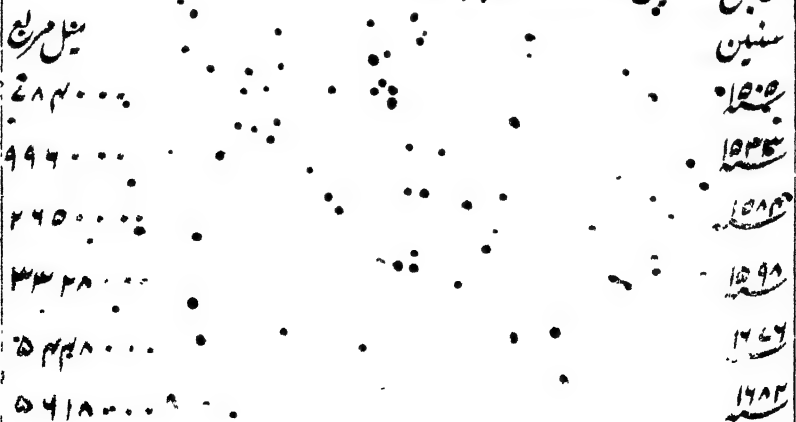
۲۔ بغیر اجازت روس اور گورنمنٹ نہیں ہے کہ وہ کسی عہد نامہ تجارت پر دستخط کریں۔  
 ۳۔ قریب و چور کے مالک میں وہ کوئی جنگ بغیر اجازت روس نہیں کر سکتے۔  
 ۴۔ دریائے آمونین گورنمنٹ اور عوام روس کے حملہ یا آزاد آمد و رفت رکھنے کے مجاز ہیں لیکن خان خجوا کو اپنے جہازوں کے لئے اجازت کی ضرورت ہے۔  
 ۵۔ گھاٹ ملو کہ خان خجوا پر تیرہ کا اختیار گورنمنٹ روس کو حاصل ہے لیکن اس کی طاقت کے ذمہ دار خان خجوا ہیں۔

۶۔ تمام باشندگان روس کی رسد رسانی ریاست خجوا پر واجب ہے۔  
 ۷۔ ریاست خجوا میں تمام روسی سوداگر ہر قسم کے محصولات سے بری ہیں۔  
 ۸۔ اگر اہل خجوا کی جانب سے کوئی دعویٰ ہو تو قبل انصافیہ حکام روس کے ملائے میں ایسی پیش کاغذ حاضر ہے۔

ان شرطوں کو دیکھ کر ان کے کہنا ہو کہ خان خجوا کی پیرایہ بخشی ہوئی لیکن گورنمنٹ روس نے کچھ اسپر بھی حاشیہ لکھا اور ایسی چوٹی ریاست پر دو گروہیں لکھ کر جنگ کا کیا اور پانچ روپیہ سیکڑا سودا میں پورا اضافہ ہوا۔ باشتناے خجوا جنگ عہد نامہ بنجرا کے شرٹھ بھی یہی ہیں۔  
 روسی فوج کی تعداد سات لاکھ ہے لیکن خواہ اس قدر کم ہے کہ معمولی حیثیت کی ضروری سے زیادہ نہیں پڑتی۔ غذا میں فوج کو موٹے اناج کی روٹی ملتی ہے اور زیادہ تر جانور اور کیشدر گوشت بھی نہ البتہ حالت جنگ میں خواہ دیوڑھی ہو جاتی ہے لیکن با این ہمہ رائی کی ضرورت اور مال غنیمت کے نشے میں وہ نہایت پیشاں ہے سفر میں سارا سامان چھالت۔ وردی تہسپار اور گولی بارود و سی پر لا دیا جاتا ہے اور حالت جنگ میں کل کام مزدوروں کا وہ اپنے ہاتھ سے کرتی ہے فوج کی وردی باشتناے بعض چٹوٹوں کے ایسی ناقص ہے کہ وہ کسی دور میں فوج سے بھل نہیں کھاتی۔ افسران فوج کی تعلیم میں ہر خدایا بہت کچھ ترقی ہوئی ہے لیکن اس وقت تک افسر روسی افسر جاہل اور گنوار اور وسط ایشیا کے

افہ بکثرت تن مزاج اور بد افعال ہیں۔

کما سکون کے ایک فرشتے کی نسبت جو روحی فوجی طاقت کی جان و روح اور ان تمام خیال  
بیرحمی و سفاکی کے آگے ہیں ایک قدیم صنعت اراکے ایم کارٹینی لکھتا ہے کہ یہ فہرہ مختلف اقوام  
سے مرکب ہے جو محض غیر متماثل زعفران کی برکتوں سے ہیں اور عورت کو اذکی صحبت ہیں و خلی نہیں یہ لکھ  
مردانہ مزاج عورت ہیں اور صاکی معین فصل میں بعض جزائر پر نہیں ہیں اور تھوڑے ہیں اور وہاں  
مقامات معین پر سب لوگ اور ان تھوڑی عورت کے ساتھ جہ ہوتے ہیں اور وہاں اپنی کبابی سے  
بسیار اوقات کہتے ہیں اور ناشائی کا کولی قبا عہدہ شمل دیگر اقوام کے مروج نہیں ہے۔ اس مہوال و دیگر معین  
طریقہ زوجیت سے جو اولاد حاصل ہوتی ہے وہ اپنی ماؤں کے پاس سن مخصوص کا تک پرورش پاتی ہے  
انکے بعد اولاد کو والد کے بالوں کے سپرد کی جاتی ہے اور والد تہر لائیں یہ لوگ بڑے ہو کر شل اپنی ما  
واجبہ کے کچھ شکاری ہو جاتے ہیں اور اولاد ان اپنی ماؤں کے پاس ہی ہے نہ کو عیدہ حالت ہے  
تبدیل ہو گئی ہو لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ ہر ایک مکمل تکرت اپنے فرمان روا کو مان باپ بلا خدا جتنے ہیں  
اور بلاشبہ جو قوم ان اجزاء سے پاک سے مرکب ہوا اور جس نے خونریزی اور غارت میں نہ لکھ کر قبول ہو  
اور جوانی اور بڑھاپے کی کچھ اسی حالت میں حاصل کی ہو اور ابتدا کو ایک ہزار برس کی حملہ و حمل  
اور پھر قح و غارت میں بسر ہو گئی ہو وہ ایک کچھ کو عیسوی قوم سے زیادہ نہیں ہو سکتی یہی وجہ تھی کہ  
سلطنت رومن نے فوجی قوت کے بڑھانے اور اپنے ملک کو دست دینے میں بڑی ترقی کی اس میں  
کی محل حالت ذیل کے نقشے سے ظاہر ہے۔



۵۸۳۰۰۰۰

۶۲۳۲۰۰۰

۶۴۶۶۰۰۰

۶۶۶۸۰۰۰

۷۲۵۵۲۵۰

۷۵۳۴۹۲۰

۱۷۲۵

۱۷۷۰

۱۸۰۰

۱۸۲۵

۱۸۵۵

۱۸۶۶

کل رقبہ ۵۳۴۹۲۰ میل مربع ہے جس میں سے ۳۶۰ ۲۲۶ ۲۲۶ میل مربع یورپ میں اور ۱۸۶۶ ۵۶۴ میل مربع ایشیا میں یعنی رقبہ ایشیا یورپ کے رقبے سے مضاعف ہے۔  
 کے بعد سے جو ترقی روس نے وسط ایشیا میں کی اسکا حساب ہمارے پاس موجود نہیں ہے  
 ورنہ ایشیا کا پلہ اور بہی گراں ہوتا۔ نپس یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ سلطنت روس نے رقبہ  
 حکومت کے بڑھانے میں عمدہ کامیابی اور ترقی حاصل کی لیکن اسوجہ سے کہ اکثر قوم کے  
 خیالات اور اون لوگوں کے زیادہ تر ذرائع ترقی کا پشتا پشت تک ایک ہی جانب سے  
 عبلی مخصوص جب وہ جنگ سے خانہ خراب شغل کی جانب سمٹے ہوں تو ہم کے لیے سخت  
 بد نصیبی کا سبب ہے۔ اس ترقی کا نتیجہ لازمی یہ ہوا کہ اہل روس نے دوسری حیثیت  
 یعنی عقلی۔ اخلاقی اور تمدنی حالت اور حرفت و تجارت میں اگر یورپ کی دوسری قوموں  
 مقابلہ کیجیے تو اکثر ترقی معکوس کی۔ علاوہ دیگر نقصانات کے کوئی مستقل زمانہ اطمینان کا  
 اوپکو حاصل نہیں ہوا اور جدید و متواتر فتوحات نے ایک بڑی شکل اور پیدا کی لیکن  
 مقبوضات میں وسائل ترقی کا ہمہ پہونچا ہوا اور انکو سلسلہ دار اپنے نیم ترقی یافتہ قدیم  
 کے ہر شکل بنانا۔ پس جو نئے فتوحات غلبہ حاصل ہوتے گئے وہ فی الحقیقت سلطنت اور  
 جنگی کارپردازان سلطنت کے کاغذ ہے پر ایک با عظمت ترقی۔ روسی فتوحات کی مثال  
 بعینہ ایسی ہے جیسے کچھ ائمہ جو کرمان ایشین ملکہ چند گلسا پکا میں اور نا واقفیت سے بار بار پانی  
 اور غلہ و سبزی ملائی جائیں اور آخر کار وہ دیوانی ہلندی کچی پکی جنس کا ایک ملعونہ ہو کر  
 برہجے جیسا کہ آب و نمک تک درست نہ ہو۔ یہی حالت بعینہ روس کی اس وقت موجود  
 ہے بعد تر مضمون ہذا ایک جنسی صفت کی شہرہ گاہ کشین آف نیشنز کے مطالعے سے جو اسی زمین شال  
 ہوئی ہے پر معلوم ہوا کہ کل رقبہ ایشیا میں بشمول وسط ایشیا ۱۸۶۶ ۷۵۳۴۹۲۰ تھا۔

پچھلی تو ایچ کے مفصل مطالعہ سے یہ امر ثابت ہے کہ قرب جوار کی سلطنت کا یورپ  
 جو شجاعین جدید ترقی یافتہ خیالات کی روس پر پڑتی گئیں روس کو فی الواقعہ اون خیالات  
 سے روشنی حاصل کرنے کی بھی جھلجھٹ نہ تھی۔ ہمیشہ روس نے اپنی ہمسایہ اقوام کی دیکھا  
 دیکھی عجیب غریب اصلاحات کا قصہ کہا لیکن اس وجہ سے کہ وہ اصلاح کے فلسفہ خیالات روسی  
 اخلاقی اور تمدنی حالت سے بدرجہا بلند تھے اکثر اون خیالات کا نفاذ عملاً ناممکن سمجھا۔ سب  
 دیکھنے سے بہت صبح کہا ہے کہ کوئی جلسہ معقول طور پر نہیں چل سکتا جب تک وہ ابتعالی یا بتیجی  
 کا نتیجہ نہ ہو۔ اسی وجہ سے جو سرکاری جلسے پولیٹیکل (انتظامی) مسائل کے یورپ کی  
 تقلید میں گرم ہوتے تھے اون کا نتیجہ بالخصوص اطفال سے کہی کچھ زیادہ نہ تھا۔ نہ ان جلسوں  
 کے ممبر لائق اور آزاد ہوتے تھے اور نہ اصلاح اور ترقی کے مسائل قوم کی تدریجی ترقی  
 کے لحاظ سے چیرنے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک لائق موبغ نے اس جلسے کا خلاصہ مختصر  
 الفاظ میں خوب دتارا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مطیع کے لیے آزادی  
 دیکھا رہے۔ دوسرے نے اوٹھ کر جواب دیا اس میں کیا شک ہے ہر سنی میں آزادی دیکھا  
 رہے۔ لیکن آخر کاریہ لے ہوا کہ شعبے کی آزادی بالکل فضول اور بے معنی ہے جب تک  
 جرائم مطیع کی تحقیقات جو ری کے روبرو نہ آجھیں۔ جو ری کے ذریعے سے لیکن بغیر سرکاری  
 وکیل کے جو ری کیا ہوگا؟ اور سرکاری وکیل بھی فضول ہے جب تک دسکواسنات کن  
 پوری آزادی نہ ہو کہ وہ جیکچہ اپنے موکل کے حق میں کہنا مناسب سمجھے عدالت کی نیلوی  
 سے فوراً بیان کرے اور جج بھی بیکار ہے جب تک حکومت کے دباؤ سے بے پروا نہ ہو۔  
 غرض کہ اسی طرح ایک سوال سے دوسرا سوال پیدا ہوتا رہا اور آخر کار ان لوگوں کو سمجھنا پڑا تھا  
 کہ سلطنت روس میں ایک محکمہ ہی درست نہیں ہے اور ناسائیلہ ورجوئی ترمیم سے کام  
 نہیں چل سکتا کیونکہ کل عمارت سلطنت کی منحہ دوش ہے۔

مسئلہ جنگ کا ردوائی اور جابرانہ حکومت کا ایک خراب نتیجہ یہ بھی ہوا کہ قوم کے عام  
 جوش آزادی اور خودداری پر پانی پھر گیا اور عوام امرا شاہی اور امرا شاہی کو خلع مطلق  
 سمجھنے لگے اور ان حضرات کے احکام صی لٹ آسمانی سو حکم واجب العمل اور قابل عزت

نہیں رہتے۔

مین پیروی گریٹ کے فوجی قانون سے جبکہ نقش قدم پر اس وقت کے شہنشاہ چل رہے ہیں ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جو بیچ بیچ ڈال کاٹھا خدائی حکم ہے۔

”تمام سلطنت شہنشاہ کی ملکیت ہے اسکا انتظام اسی مالک مختار و مطلق کے حکم سے ہونا چاہیے اور وہ صرف خدا کو حساب دینے کا ذمہ دار ہے۔ اسی وجہ سے جو لفظ شہنشاہ کی خواہش پر موثر اور جو اسے اس کے حکم یا آزادی کی مخالف ہو اسکی سرکوت ہونا چاہیے۔“

انہیں وجہ سے اسکی ترکیب تمدنی کا اصل اصولی مہ قرار پایا ہے کہ تمام اصلاحات کا مادی اور موجد بادشاہ رہے۔ شاہ غلام کاشتکاروں کی آزادی کی نسبت گو یہ مسئلہ تمام قوم کا متفق علیہ تھا لیکن اذن لوگوں کو علانیہ اظہار رسائی جزا تھی جبکہ شہنشاہ نے اپنی مغربی ہر نہیں کی۔ یہ نامکن ہو کہ شہنشاہ اور اس کے شاہی کورٹل انجمن کوئی رے مطیع میں شائع ہو سکے آزادانہ بات چیت کی کسی طرح اجازت نہیں اور جن کتابوں میں ایسے اصول سے بحث کی گئی ہے کہ وہ شخصی حکومت روس کے مخالف ہیں اور ملکی تواضع ہی جائز نہیں۔ ایسی کتابوں کا فروخت کرنا اور انکا اپنے پاس کھنا دونوں مجرم ہیں۔ اخبارات جو دیگر ممالک سے لوگوں کے نام سلطنت روس میں آتے ہیں وہ کھول کر پڑھ جاتے ہیں اور جس مضمون کو پریس شرکاء محکمہ ناپسند کرتا ہے وہ اخبار کو رے علمیہ کڑوا لیا جاتا ہے۔ اخبارات کے صحیح و سالم اور بلا قطع و تبرید وصول کرنے کی صورت روس میں صرف یہی ہے کہ اپنے ملک کے سفیر کے نام اخبار طلب کرے اور پھر و جا کر وصول کر لائے۔“

شاہزادہ ڈوگوروؤسکی نے شہنشاہ اعین شہر پیرس سے روس کی واقعی حالت پر ایک مضمون بن غلام کاشتکاروں کا تباہی خاص ذیل پر جاری کیا۔ یہ قیدی جنگ۔ ۲۔ وہ آزاد ہو چکے آپ کو فروخت کرے۔ ۳۔ دوا لہ قرضہ آری بعض خاص جرائم جو جاری کا جوہر۔ ۴۔ کاشتکار۔ انکی بیع و شرا انکے تمام شہ و دار سے چھوڑا کر جاری تھی اور اشارہ یوں صدی تک اس دستور کا عمل درآمد تھا۔ مصنف کنوینشن آف نیشنل غلاموں کی کثرت جن لگتا ہے کہ ایک امیر زائے کے ایک لاکھ پچاس ہزار غلام تھے اور بیس ہزار۔ دس ہزار غلاموں کے آقا تو متعدد تھے۔ کل غلامان کی تعداد ۲۳۰۶۹۶۳۱ تھی۔

کتاب شائع کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ بیہ نامکن ہے کہ بے دوسری سلطنت میں بیٹے بیٹے  
 روس کی نسبت کوئی شخص کوئی کتاب شائع کر سکے۔ افسروں میں سب کے سب جوئے پیند  
 اور اسوجہ سے اصلی حالات کے لکھنے سے ہشدرت خائف و غور ہیں۔ روس میں انصاف  
 مفقود ہے اہل معاملہ پر واجب ہے کہ تمہیلی ہاتھ میں لیے ہوئے دس سو شیشوں گدہ لہریں  
 قبل اسکے کہ کیا ہو میں سے سابقہ کی نوبت آئے۔ .... سلطنت عزیز و فوریست کی گنہگار  
 ہے جہاں ہر چیز کی بیع و شہ نامکن ہے۔

چونکہ ایسی رايوں کا مطبع میں شائع ہونا نامکن ہے اسلئے نشر اطہار نافوشی کے موعجہ نظم  
 و نشر کے مضحکات سے دل کا بخار نکالا جاتا ہے اور ابراہیم اؤر شاہ ہنشاہ کی ہجو کمال مسرت اور  
 پوری قبولیت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ شاہنشاہ کیسے بیخدا و حال کے جہیز رگ کے  
 عمد دولت میں ایک بڑی دہرم و دہامی منظوم ہجو قلمی لکھی ہوئی شہر ہوئی تھی اور خاص  
 و عام کے مقبول طبع ہونے سے ملک میں خوب پسلی اور خوب پڑھیں گئی یہ جہ جہاں  
 کی وجہ سے گو کہ یہ قدر بلال انگیز ہے لیکن فساد و رعایا کے باہمی تعلقات اور ملک کو اندر  
 حالات کی ایک سچی تصویر ملے گی ہم کہ یہ قدر رخصت زدہ لکھے بعد مشرکوں کی تاریخ موس سے نقل کرتے ہیں  
 زار نے ہم لوگوں سے کہا کہ خدا ہے قدر نے مجھے تم سب پر حاکم کیا ہے اور  
 میرا تخت سلطنت خدا کا قربانی گاہ ہے پس تم سب لوگ میرے قدر دن پر  
 سر جھکاؤ۔ ملکی سائل میں تم اپنی تشیع اوقات نہ کرو کیونکہ مجھے تمہارے حقیقی اور خط  
 کا ہر خطہ خیال ہے۔ میری دقیق نظر اندر دینی خرابیاں اور بیرونی دشمنوں کی سازشیں  
 خوب تازہ دیتی ہے۔ مجھے مشیر کی احتیاج نہیں کیونکہ خدا خود اپنی حکمت مجھ پر تمام  
 فرماتا ہے۔ پس اے اہل روس تم لوگ غیر غلامی پر فخر کرو اور میری مرضی کو  
 اپنا قانون سمجھو۔

اُن الفاظ کو ہم نے سنایت اوپ سے سنا اور راضی برضا ہوئے مگر اس کا نتیجہ  
 کیا ہوا؟ سرکاری کاغذات کے پٹاروں میں اسی منافی ہول تبلیغ میں پڑ گئے۔  
 قانون سفینے میں موجود ہے لیکن گناہ کی کوئی سزا نہیں۔ عمدہ و از حجابانہ خیانت کرتے ہیں



اور وزیر اور اعلیٰ عہدہ داروں کی خوشامد سے تنے اور خطاب حاصل کرنے کے امیدوار ہیں۔ تخت  
ایسی عام ہو گئی ہے کہ جو زیادہ فحاش ہے وہ زیادہ عزت دار ہے۔ فوجی جاکرز جین محمدہ داروں  
کی قابلیت کا فیصلہ ہوتا ہے اور جو جزل کے درجے پر پہنچ گیا وہ فوراً ایک لائق گورنر عہدہ  
انجیر یا نہایت ہوشیار مقنن مقرر ہونے کے قابل ہو گیا..... ایک صطیح کا چوکرا پریش  
مقرر ہوا۔ ایک شاہی سخا امیر البحر کے عہدے پر پہنچا!! غرض کہ سلطنت چند شیریں  
کے رحم محض پر چوٹی ہوئی ہے۔ لیکن ایسی حالت میں ہم سب کس کام میں  
مشغول رہے؟

ہم سب خواب غرگوش میں مشغول تھے۔ بیدلی سے کاشتکاروں نے اپنا سالانہ لگان  
ادا کیا۔ بیدلی نے مالکان آراضی نے اپنی بقیہ نصف جائیداد میں کمی۔ ہم سب نے بیدلی  
سے اپنے ذقے کے سخت معمولات افسروں کو بیاق کیے..... لیکن ان سب لمو  
کے ساتھ ہر کو بھی ایک بات کی تسکین تھی اور اس بات پر ہلکو فخر تھا۔ یعنی شاہوں کے  
منجھے میں ہمارے شہنشاہ کی عظمت۔ ہمارا یہ قول تھا کہ غیر قوموں کی ملامت کی ہلکو پردہ  
کیا ہے کیونکہ ہم ان ملامت کرنے والوں سے قوت میں زیادہ ہیں۔ اور جب بڑے  
جائزے کے بد سرکاری فوج اس شان سے بڑھی کہ ہر ہرے نشان کے لہر اسے ہیں  
خود کو رنگینیں لگاتا رہی ہیں اور فوج نہایت بلند آواز سے نعرہ خوشی میں شاہنشاہ کی  
سلامی ادا کر رہی ہے تو ہمارے دل میں بھی قومی محبت کا جوش ہولناک و ریشہ شعر زبان پر جاری  
ہو گیا۔ ہمارا ملک نہایت عظیم اور زار و رس نہایت قوی ہے۔

ان تمام شہنشاہوں کے بعد اچانک نہ پر حملہ ہوا جیسے کوئی شگ نہ ہیرے میں آ پڑے  
..... ہمارے لاکھوں فوج کدھر گئی؟ عہدہ میدان جنگ کیا ہوا؟ جب آپ لو  
نقصان کے ساتھ قلعہ سلسرہ سے ہلکے پلٹے آئے.....

اُداس میرا ہو تو شخص کو بدنی دشمن نکل کر میری دینداری پیے ڈالنی ہے۔ افسران و جاسوسوں نے سار کا ہر  
اپنی جمالت اور جیسی کے خواب گران سے بیدار ہوا تو بہت روزوں کا تاتار کو جانیوں  
کا غلام رہا پس اب ظالم کے تخت سلطنت کے روبرو باطمینان استادہ ہو کر قومی کلیکات کا

مواخذہ کرنا کہ تخت سلطنت خدا کا قربانی گاہ نہیں ہے اور خدا نے ہر کو غلامی کا طوق نہیں بنایا۔  
 سلطنت روس نے تجھ کو عظیم افتخارات بخشے تھے اور تو زمین پر خدا کا مثل تھا۔ تاہم تو نے کیا کیا  
 اپنی جمالت اور مجولے نفس میں حکومت کے پیچھے اندھا ہو گیا اور روس کو بھولا دیا۔  
 تو نے اپنی زندگی فوجی جائزے - فوجی لباس کی ترمیم میں صرف کر دی اور جاہل فضول  
 معتمدوں کے مسودوں پر دستخط ثبت کرتا رہا۔ تو نے پریس سنسر کا نفرت انگیز حکم لے کر عرض  
 سے ایجاد کیا کہ فراغت سے پانوں پہیلا کر سونے اور رعایا کی حاجات اور نالہ و فریاد  
 کی تجھ کو خبر نہوار راستی کی آواز تیرے کان تک نہ پہنچے۔ تو نے راستی کو زمین میں دفن  
 کر دیا اور ایک بربادی پتھر پر ہر ایک مضبوط پیر اوپر متین کیا اور اپنے دل ہی دل میں یہ  
 کہتا تھا کہ اب دوبارہ اسکی زندگی کی امید نہیں ہے۔ لیکن تیرے فرزند شروع ہو گیا ہوا راستی ہی  
 سر سے فائدہ ہو گئی۔ "ہذا قاریخ اور خدا کے میدان حشر میں سید ہا استاد ہوا تو نے  
 راستی کو ہر حمانہ پامال کیا تو نے آزادی کو مردود کیا اور ہمیشہ اپنی بھولے نفس کا بندہ بنا۔  
 اپنے غرور اور ضد میں تو نے روس کو بچا لی گروالا اور ساری خدا کی کوہنہ دشمن بنا دیا۔  
 اپنے بھائیوں کے رو بہ خمیدہ ہوا اور عاجزانہ زمین پر فرش ہو جا! معافی کا حق ہست گناہوں  
 اور نصیحت طلب کر! رعایا کے بازو دن سے چمٹ جا! اسکے سوا نجات کی کوئی راہ۔  
 تدبیر نہیں!۔

شاہان روس نے اپنی قوم میں علمی کی جانب تباہ و تباہی جائز نہیں کسی بلکہ وہ اسی ترقی کا منبع اور زراعت ہے  
 ہے۔ ایک چاہے کی کل چو شان شاہ الیوان کے عہد میں قائم ہوئی تھی وہ ہی فیہرر عظیم  
 کی جابرانہ حکومت میں ٹوٹ گئی۔ شاہ و پبلک بندہ ہی کا اس وقت تک عظمت روس میں  
 وجود نہ تھا۔ شاہ شاہ شاہ کا محفل بعض تمدنی عظمت پر غور کرنے والوں کے بقا ہے میں  
 تھا کہ اپنے فوجی فرائض کو ادا کر لیکن فلسفہ و باغ کو پریشان نہ کہو۔ مجھے فلسفیوں کی  
 برداشت نہیں یہ تمام امور قطع نظر کم فرشتی و رہے امنی کے زیادہ تر اس خیال پر مبنی تھے  
 کہ یہاں علمی ترقی کے تمام کو اپنے حقوق کا حق و شاہی اختیارات کے ساتھ مقابلے کی جڑ  
 ہو لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل روس نے اگر انکو قومی حیثیت سے دیکھو تو دیگر اقوام یورپ کے

مقابلے میں کوئی علمی ترقی نہیں کی۔ وہ کسی عمدہ ایجاد پر قیاد نہیں بلکہ ہر چیز میں اور قوموں کے کانٹے لیس اور زیرہ چین ہیں۔ ایک مورخ لکھتا ہے۔

”اس سلطنت کی خصوصیت ترکیب سے علوم اور صنعت تمام کے خیال میں محض دنی مشغلہ ہیں۔ امر اہتیار نے سوا کسی پیشے کو موزن نہیں سمجھتے۔ نہایت کم جو ملک کی بات سمجھی جاتی ہو اگر کسی فخر کمانی، قلم یا پینسل سے ناموری حاصل کرنے کی خواہش کی۔ اسی وجہ سے ذہین اور مغز آرمی ان امور کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ انکا مقصود صرف فوجی فتح و فتوح ہے اور انکے ساتھ ہی اگر کوئی ہلکا سا تہہ ہی ہاتھ میں ہوا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ..... باقی دستکاری اور علوم کا حاصل کرنا غلام یا آزاد شدہ غلاموں کا کام ہے۔ اور چونکہ یہ بد قسمت لوگ ذلیل قوم سے پیدا ہیں۔ اس لیے وہ کسی کوشش سے فطرت کی تباہی لینے ذہانت کے جزو غیر منفک کو علانیہ ظاہر نہیں کر سکتے۔“

اگر اعلیٰ درجے کی تعلیم اور ایجاد و اجتہاد سے قطع نظر کر تو تعلیم عام میں بھی وہی قوم کی حالت دیگر اقوام یورپ کے مقابلے میں نہایت قابل افسوس ہے۔ سلطنت جرمن۔ پرشیا۔ فرانس اور گریٹ برٹین میں فی صدی پندرہ۔ تیرہ اور بارہ اشخاص تعلیم یافتہ ہیں لیکن شاہنشاہ زار کی مہذب حکومت میں صرف فی صدی دو یعنی ہمارے غریب ہندوستان جی (اگر بحالہ رواج ملک عورتوں کو اس حساب سے خارج کر دے) تو کچھ کسرات کم۔ حالانکہ خود ہندوستان میں تعلیم عام کی ہنوز ابتدا ہے۔

اس طرز حکومت نے پشتاپشت کی غلامی اور جہالت کی وجہ سے آزادی اور حقوق انسانیت کے عمدہ اصول کو بظاہر قوم کے دل سے تھما دیا اور اہل وس کی خلاقی حالت نہایت تنزل کی حالت ہو گئی۔

تمام تاریخ روس میں جسکے بے صفت خواہل روس اور بکثرت مغز اہل یورپ ہیں تو خیر شہادت اس بات کے یقین دلانے کی موجود ہے کہ اکثر پیل لیل المقدروسی عمدہ دار بھی رشوت خوار ہیں۔

ایک غریب کسان اور چھوٹے عمدہ دار سرکاری سے لیکر اعلیٰ درجے کے تاجرانہ بیڑے صنف کثیر شہان و اشراف لکھنا جو حکام روس کی طرز کار و ادائی سے لوگ نہایت نفور ہیں اور اس نفرت کا زیادہ تر سبب انکی بد دینائی اور پلوت خوار ہے۔

بیرسٹر تک ایسے ہی امراض میں مبتلا ہیں۔ آدنی درجے کے لوگ مثل کاشتکار دیکھنے زیادہ تر  
 جرائم قتل و ضرر رسانی میں آلودہ ہیں۔ اور اکثر اہل روس اس رسلے پڑھتے ہیں کہ تجارت  
 کا میدان کے ساتھ زمین چل سکتی ہے تک کچھ فریب و چالاکی اوتھیں شریک نہو۔ اسی جہ سے  
 یہ لوگ فریب کو ایک گناہ جائز خیال کرتے ہیں۔ اگر وہ روپیہ جو بطور ناجائز حاصل کیا گیا مالک  
 کو واپس کر دیا جائے تو یہ سمجھ لیا جائیگا کہ گویا اس گناہ کا ارتکاب ہی نہیں ہوا۔ فحش سمجھے  
 کہ ایک گرجا کا افسر (والسٹ الڈر) عوام کاروپیہ ہضم کر گیا تھا لیکن قبل سماعت مقدمہ دئے  
 وہ روپیہ واپس کر دیا پس وہ یقیناً نہ ہو جائیگا اور دوبارہ اس کا انتخاب جائز ہو گا۔  
 یہ تو ایک جوری اکثر اداری مجنون کو بھی رہا کر دیتے ہیں نہایت صحیح سنہ اور بلا شک سخت  
 توجہ کے قابل ہے۔ ایک قیدی کسی جرم سنگین کا مجرم قرار پایا تھا لیکن اتفاق سے وہ  
 شام ایک بڑے مذہبی تنواری کی شام سی لند اہل جوری نے یہ خیال کیا کہ قیدی معاف  
 کرنے اور رہائی کا قتلے دینے سے وہ کچھ عیسائی کے طور پر داخل حسنت ہونگے۔  
 مگر مذہبی بیرسٹروں کی اخلاقی حالت اس کے پیشے کے متعلق محض بچپن کی ہر کیونکہ  
 ان سب لوگوں میں ایسا تشنہ روپیہ بنانے کی طمع غلیظ موجود ہے۔

عام طریقہ روپیہ حاصل کر نیکا ایک یہ ہے کہ بیان کی رنگ آمیزی سے موکل کو ڈرا دیا  
 یا جن خطرات میں وہ مبتلا ہو سکتا ہے اور بکو مبالغے سے بڑھا دیا۔ دوسرے مقدمے کو دور  
 میں ایک مقدار کثیر خفیہ کا روٹائی کے نام سے وصول کر لی یعنی عہدہ داران ذی اختیار کی  
 شئی گرم کرنے کے لیے۔ کونسل اور موکل کے باہمی معاہدات خفیہ ہو سکتے ہیں اور اگر کس بھی  
 جاتے ہیں تو کچھ تعجب و رد نامی کا باعث نہیں بن جاتے۔ اس مبالغے میں غلام راے ایسی  
 کمزور ہے کہ جن امور سے انگلستان میں بیرسٹر ہمیشہ ممنوع اور بدنام ہیں وہ روس میں ان کی  
 نامور ہی پر موثر نہیں ہوتے ہیں۔

شیل صاحب لکھتے ہیں کہ اگر مسلمہ ہو کہ یورپیوں کے شاہین تقریباً ہر ایک اہل پولیس اور نظامی کو  
 اپنی اس مختصر آمدنی کو جو وہ جائز طور پر گورنمنٹ سے پاتا ہو دونا ملتا اور کسی کسی دس گنا کر لیتا ہو۔  
 تاریخ محفہ مسٹر طریچ بوٹ سکرٹری لارڈ ورن گورنر جنرل۔ تاریخ ایف۔ تاریخ ایف۔

پس جب روسی گورنمنٹ اور روسی رعایا کی عام اخلاقی حالت خاص ممالک یورپ کی  
ہمسایگی اور دارالحکومت بین بیہ ہے تو دور دست ممالک کو پوچھتا ہی کون ہے ۔

مثلاً ممالک ترکستان وغیرہ میں دل تو حکومت اون فوجی افسروں کے ہاتھ میں ہے  
جنکی علمی اور اخلاقی ترقی کا اندازہ خود ادھکے بیرحمانہ افعال سے بخوبی ہو سکتا ہے دوسرے  
اونکو فوجیات جدیدہ کے انکار اور سرحدی سازشوں سے فرصت ہی نہیں رہتی ۔ علاوہ  
ہران سلطنت روس میں ایشیائی حکومتوں کی طرح عہدہ والوں کی تنخواہ خدمات اور  
اختیارات کی حیثیت سے نہایت قلیل ہے اور جبرائلیں کی رسلے یہ ہے کہ زیادہ تر  
برد یانٹی کا باعث ہی ہے ۔ منسٹر میں یہ کہتے ہیں کہ زیادہ ہوشیار اور ایماندار افسر  
دوسرے ملکوں کی جلاوطنی ناپسند کرتے ہیں اور دارالسلطنت ہی میں اونکو باسانی ملازمت  
ملجاتی ہے ۔ اسکا نتیجہ جو کہ دور دست ممالک کی حکمرانی کا اثر پڑتا اور بدنامی انہوں کے ہاتھ میں ہے ۔

نہر حال ان ممالک کی بظنی کا سبب جو کچھ بیان کیا جاے لیکن اس امر میں اکثر سوچ و سیاق اور خود  
عہدہ داران روس متفق اللفظ ہیں کہ ایسی بظنی کا وجود ضرور ہے ۔

ایک معزز روسی افسر متعینہ وسط ایشیائے سنہ ۸۰ کی سرکاری رپورٹ میں لکھا ہے  
کہ وسط ایشیائے اکثر ہمارے عہدہ داران حکومت اپنی بدچلنی سے بدنام ہو گئے ہیں ۔  
ان حضرات نے اپنے عیش میں سرکاری روپیہ ضائع کیا ..... اہل ملک ان افسروں  
واقعات کو آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور اپنی زبان میں یہ رسلے قائم کرتے ہیں کہ روسی  
توقیدیوں سے اچھے کیا ہیں ؟ روسی ہم لوگوں سے ہماری جو روٹکیاں چھین لیتے  
ہیں ۔ نذرین قبول کرتے ہیں اور زانکارو پیہ فضول ضائع کرتے ہیں ..... ہر شخص  
اپنی ترقی کی راہ جلد ملے کہ نہ چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایک فائدہ مند عہدہ حاصل کرے  
اور درجہ میں اوسکی ترقی ہو جائے اور کوئی شخص یہ نہیں خیال کرتا کہ اوسکے فرائض  
منصوب کیا ہیں اور یہ کہ وہ روسی سلطنت کا ایک افسر ہے جسے وسط ایشیائے میں تہذیب پسلا  
کی سفارت اختیار کی ہے ۔

اسی کے بعد ایک دوسرے عہدہ دار نے جو خود ناظم تہذیب ام کی سرکاری رپورٹ

مین حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ ”یہ امر صاف ہے کہ جن دن سے یہاں روس کی حکومت ہوئی ملک کی حالت مرضی نہیں ہوا کہ وہ عدول لحاظ سے بہتر نہ ہوئی ہو بلکہ وزیر و وزیر بدتر ہوئی بدتر ہوتی گئی۔ لوگ تھیں کہ یہ اضافہ محصولات کا اعلیٰ لا اتصال کہ تک ہوتا رہا۔ اعلیٰ حالت میں کچھ تعجب نہیں اگر خوف زدہ اہل ایشیائے پچھلے حسابات کے دیکھنے سے یہ خیال کیا ہو کہ سلطنت روس کی خواہش یہ ہے کہ انکی ساری جائداد پر قبضہ کر لے۔“

شیلر صاحب نے اپنی مشہور تاریخ برطانیہ میں روسی افسروں کی رشوت خواری اور بددیانتی کے تذکرے میں نہایت واضح طور پر بیان کیا ہے کہ جب ان علانیہ رشوت خواریوں کی اطلاع گورنر کو ہوتی تھی تو وہ عمدہ دادرش کو بغیر کسی سزا کے بوسی کر دیتے تھے اور اگر سزا دینے کی کہی نوبت ہی آئی تو محض تبدیل مقام ایسے جرائم کی مناسب سزا تھی۔ انہوں نے سزا کی ایک چشم دید حکایت بیان کی ہے کہ ناظم کو امانت بکثرت رقوم سرکاری کا تلف کیا اور رعایا سے بہت کچھ رشوت لی۔ عرصے تک رعایا شکایت سے بھر رُو کی گئی لیکن جب حکم شکایت اور شہرت سے شس پر لپٹا شکل ہو گیا تو مجبوراً ناظم مذکور کے لئے اس بیان سے سزے تبدیل کی تجویز کی گئی کہ وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔

انٹیلی جنس شیلر نے مذکورہ ایک واقعہ نقل کیا ہے جو روسی اخبار گلوں نمبر ۱۷ میں شہر ہوتا ہے۔ واقعہ ضلع سکاک کے متعلق تھا جس میں ناظم ضلع نے تیس ہزار روپے رقوم سرکاری کا تلف کیا اور اس جرم میں وہ صرف تبدیل کر دیا گیا۔ گلوں اس موقع پر دوسری حکایت یہ لکھتا ہے کہ صیغہ تعبرات کے ایک افسر نے جعلی احکامات بنا کر پندرہ ہزار روپے وصول کر لیا اور گورنر نے بجائے گرفتار بنی کے ابتداً اس روپے کی واپسی اور حساب کی درستی اور آخر کار مجبوراً اس جرم کے بگاڑینے کی کوشش کی۔

غرض کہ شیلر نے اسی سلسلے میں بہت سی عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کیا ہے اور آخر کار انہوں نے لکھا ہے کہ جب شہر کے اخبارات اور سرکاری حلقوں میں ان چرناموں کا چرچا حد سے زیادہ ہوا تو جنرل کھنن نے عہدہ میں بعد واپسی تاشقند لغزانی انتظام کے نام سے تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا۔ ہر چند اس کمیشن کے اختیارات نہایت محدود



ناراضی سے بلوے کی صورت پیدا کر دی اور کل عہدہ داران سرکاری اور روسی عایا کو حفا کے لیے ہتھیار تقسیم ہوئے اور بغیر مسلح ہوئے ان لوگوں کو باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ کاشغر کے ایک مؤثر افسر کی تحریر سے دریافت ہوا کہ اکثر باشندگان تاشقند وغیرہ یقیناً ان کو غرضیان دیتے تھے کہ وہ ان مقامات کو ان فائنٹان میں شامل کر لے۔ لیکن ہاوجود ان تمام حالات کے وہ لکھتے ہیں کہ ان معاملات کی صورت سے جس شخص نے عوام کو موقع کرنے کا قصد کیا وہ فوراً سزا یافت ہوا اور اخبارات کے کارپنڈنٹوں کو بھی اسکی سخت ممانعت تھی۔

پس غور سے اگر روسی گورنمنٹ اور روسی رعایا کے حالات و خیالات و رسم و رواج پر نظر کرو تو روس ایک عجیب و غریب قوم نظر آئیگی۔ اگر اسکی اندرونی عقلی اور اخلاقی ترقیات کی حیثیت سے بحث کی جائے تو وہ ایک جاہل و خوار قوم سے زیادہ نہیں قرار پاتی اور اگر یورپ کے خارجی اثر سے ظاہری آب و تاب پر نظر کریں تو روس ٹیکے کی وہ انگریزی جمہورت ہے جسکے اندر بالو بھری ہو اور ساخت کے ولایتی پن اور ولایتی سجاوٹ نے اسکو اک فطری سہل کر دیا ہو۔ اہل روس کی ترقی ملک اور اسکی عقلی۔ اخلاقی اور تمدنی ترقیوں کا ایک سرسری لیکن نہایت صحیح نقشہ یہ ہے جو ناظرین کے پیش نظر کیا گیا اور جو امن و جنگ دونوں حالتوں سے یکساں متعلق ہے۔ یہی شائستگی پہیلانے کی سفارت ہے جو گورنمنٹ روس نے وسط ایشیا میں اختیار کی ہے اور جس پر روسی قوم اور افسران گورنمنٹ روس کو بڑا ناز ہے۔

بہر حال وسط ایشیا میں اب گورنمنٹ روس کی تمدنی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ وہ مطمئن انگریز پٹنوں نے روسی ترقی پر بحث نہ کرنے کا نام کاغذوں میں لکھنا سہل کی نازک حالتوں کو تردید کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ انگلستان اور ہندوستان کے عام جلسوں اور تحلیلی مباحثین اور اخباروں کے کالم اور موقع سرحدی مباحثات کے لیے اکثر وقف ہیں۔ ہم اس مباحثے میں روسی گورنمنٹ پر بعد عملی بے ایمانی کا الزام قائم کرنا نہیں چاہتے کیونکہ دنیا میں کوئی گورنمنٹ شاید یہ الزام سے مستثنیٰ ہو سکتی ہو لیکن غور طلب امر یہ ہے



کہ آیا ہمارے گورنمنٹ نے ہماری حفاظت جان و مال کی کون سی قلمی سہیل اختیار کی ہے۔ لائق وفاق میرا ان سلطنت انگریزی کی پرویز راہوں کا تحفیہ ایک ہندوستانی کی زبان سے ہر چند وہ خیال گستاخی سمجھا جائے لیکن گذشتہ واقعات پر نظر کرنے سے مجھے اس امر کے تسلیم میں چارہ نہیں کہ شاید اس وقت تک پارلیمنٹ کے بڑے سے بڑے مباحثے کا نتیجہ اس معاملے میں سچے چند سے زائد نہیں ہوا۔

۱۸۷۶ء تک روسی ترقی صرف ترکستان میں محدود تھی اور بدبران انگریزی کو خیال میں ہندو کش کا سلسلہ آئندہ ترقی کے لیے قدرتی سد راہ تھا۔ لیکن سلسلہ میں اس نے اس سلسلے کو منقطع کیا اور وہ ترکستان سے نفی ترکمانوں کی جانب متوجہ ہوا۔ اسی زمانے کے مغرب جب روسی خوار کی جانب بڑھنے پر آمادہ تھے پروینسرو میسری وسط ایشیا کے مشہور ستاج نے وسط ایشیا کے سفر سے یورپ میں مراجعت کی اور وہ انگلینڈ میں گئے اور وزیر اعظم انگلستان سے ملے۔ لارڈ پامرسٹن اس وقت کے وزیر اعظم تھے جنکی دہوم تو می شان و شوکت کے برقرار رکھنے میں بہت کچھ تھی۔ پروینسرو میسری نے روسی ترقی کی حالت بیان کی لارڈ پامرسٹن نے ہنسکر جواب دیا کہ جناب وسط ایشیا میں روسیوں کی ترقی اور انگریزوں کی نسبت ایک خوف کی حالت بخواتمکہ آپ گریسے نہیں یہ ایسے امور ہیں کہ بہت سی سلیمن ختم ہو جائیں گی تب شاید یہ واقعہ ہوں۔

لارڈ پامرسٹن کے بعد متحدہ وزارتیں تبدیل ہوئیں اور لبرل اور کنسرویٹو کا کئی بار پیٹریل ہوا۔ روس نے اپنے معمولی سلسلہ ترقی کو پلہر جاری رکھا اور ہر قدم کی ترقی تعجب اور خوف کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ لیکن کسی درمیان کے باقی ماندہ جنگجو فوجوں کی ہزاحت سے بے دل کو شکین و گپی اور کسی روشن کے دفع الوقتی جوابات پر اطمینان ظاہر کیا گیا۔ مثلاً فوری سلسلہ اس کے پانچ ہفتے بعد ایم ڈی جیرتے شہر تہارن کو اطلاع دی کہ سلطنت روس خود یا سرخ کی جانب بڑھنا نہیں چاہتی اور نہ اس کا ارادہ ہے کہ موجودہ ملک سے زیادہ کسی حصے پر قبضہ کرے۔ اسی سلسلے میں پہراونون نے بیان کیا کہ بغرض دفع احتمال نزاع اس ملک کی سرحد کا قطعی طور پر مقام خواہہ صالح سے ایران اور قرب سرخ ملک معین ہو جائے

مناسب ہے۔ لیکن ۱۶ مارچ ۱۸۵۸ء کو یہ فقط اس مقول عذر سے قبضہ کر لیا گیا کہ حری  
 خود چارمی اطاعت کے خواہشمند ہیں۔ ہر کے قبضے نے ہر چند ہریان انگریزی کی  
 زیادہ کو لین لیکن اس سے پہلے ہی قبضہ خوار کے بعد گورنمنٹ لارڈ لٹن نے سرحدیں جماعت  
 کی جانب توجہ خاصی کی تھی۔ لارڈ لٹن کی حکمت عملی کو اپناتے وقت کی نظر میں متاثر ہونے  
 کی جگہ بغاہر موثر معلوم ہوئی ہو لیکن انی اوائلی حکمت عملی سے جتنی قدر حکمت عملی یہ تھی۔  
 گورنمنٹ لارڈ لٹن کی ابتدا انی خواہش صرف اس قدر تھی کہ ایک انگریزی سفیر کابل میں رہے  
 اور سلسلہ کوہ کے اوس جانب کو کھینچنے اور سننے کو آئیں اور وہاں جو جائیں۔ پس اگر انگریز  
 خواہش کو منظور کر لیتے اور نتیجہ جنگ سے گورنمنٹ کو بے خبر علی غان کے فرار سے قبضہ قدر کیا  
 مائل نہ کیا ہوتا تو اس حکمت عملی کا زمین پر فائدہ تھا۔ ملاوہ ہریان خود ہتھیار جنگ میں لارڈ لٹن  
 نے اس امر کو تسلیم کیا تھا کہ اہل افغانستان نے جو کچھ کوئی تخیل نہ بین دی لندا گورنمنٹ  
 انگریزی اونکی خود مختاری کا لحاظ رکھنے کی۔ پس یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ اس وقت گورنمنٹ  
 اس حکمت عملی یہ تھی کہ قدر باریکسی خزاو افغانستان پر قبضہ رکھا جائے۔ یہ توجہ اس وقت  
 انگریزی گورنمنٹ کو روسی پیش قدمی کی جانب ہوئی وہ بھی غالباً اس وجہ سے ہوئی کہ  
 روس نے آخر کار اپنا دلی مشا کو خیریت پر علامت ظاہر کر دیا تھا۔ چنانچہ الائی شہ اسم کو  
 مسٹر وریا شیر جھنگی کے اس قول سے لارڈ ڈربی وزیر دول تارخہ انگلستان سینٹ پیٹر برگ سے  
 اطلاع دی کہ اگر انگلستان نے افغانستان کا ممالک محروسہ میں شامل کیا لینا مناسب سمجھا  
 تو گورنمنٹ روس کو نہ کوئی شکایت ہوگی اور نہ وہ زمین مزاحمت کرے گی۔ پس گورنمنٹ روس  
 کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بخارا اور قوخذ کا قطعی شمول سلطنت روس میں انگریزی گورنمنٹ کو  
 کیونین ناگوار ہوگا۔ ایسی راپون کے اظہار کے بعد خود افسران سرکاری کی تحریکات سے  
 ظاہر ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے روسی پیش قدمی کی ہر نہر حد افغانستان تک جائز سمجھ لی  
 تھی اور می شہ اسم کو مسٹر وزیر علی نے ہوس آجین کا منس میں بیان کیا تھا کہ وسط ایشیا میں  
 روسی ترقی کو ہم آئندہ سے دیکھیں گے اور شائستگی کو اس سے نفع پہنچے گا۔

بہر حال اب انگریزی گورنمنٹ کی تمام توجہ افغانستان کی جانب مہر و تہی ہوئی

لارڈلٹن کی آخری حکمت عملی کا نتیجہ ناکامی کے سوا کیا ہوا۔ قبضہ دہی سے وہ غنڈہ بازوں کی حکمت عملی ہی نہایت کمزوری سے برتی گئی اور افغانوں کے قومی جوش کا اندازہ غلط کیا گیا اور ایک جوشی اور خونخوار قوم کے مقابلے میں تھوڑی تھوڑی فوج بھیج دی گئی۔

علی ہذا افغانستان کی دوستی ہمیشہ مشکوک رہی اور دشمنوں کی دوستی پر نہ اعتماد نہیں کیا گیا بلکہ اکثریت روسیہ اور روسیہ کے حامی رکھنے میں ضائع ہوتا رہا۔ پس یہ سمجھنا غالباً صحیح ہے کہ عیسائی رائلین چاہتے تھے کہ وہ لبرل فرمے کی ہوں یا کنسر ویٹیو کی لفظ ہر موثر معلوم ہوتی ہوں یا سائبر لیکن فی الحقیقت وہ کسی طرح قطعی اور یقینی نہ تھیں۔ ہماری حکمت عملی روسیہ کو گران کی عکسی تصویر تھی جو اپنے ارادے سے اپنی ہیئت کی تبدیلی پر قادر نہ تھی۔ ہم روس کے قہر اور مہر کی نظر ان کو ہمیشہ ناظر کیا۔ اور ہمیشہ اوجھلے نقش قدم اور جرأت و سکون پر ہمارا خیال جما رہا لیکن روسیہ خیالات سے علیحدہ ہو کر پہنچنے ایسی رستے کہیں نہیں قائم کی جس کے روسیہ اطمینان قلب کے ساتھ ہم یہ کہہ سکتے کہ روس چاہے جس حالت میں ہوا اور وہ جو چاہے کرے ہمارے کو تو یہ کرنا ضرور ہے۔

کسی قدر روسیہ وعدوں کا آسرا۔ کچھ اوسکی روز افزون پیش قدمی کا وہ غدیغہ۔ کروڑوں کے صرف سے افغانستان کی مشکوک دوستی قائم رکھنے کی تمنا۔ اور اوسکے ساتھ ہی ایک دہی اور وحشی فرقے کے ساتھ جنگی حکمت عملی کا برتاؤ اور بجاہت سکوت و تسلیم قہار پر قبضہ رکھنے کی خواہش۔ یہ متضاد خیالات تھے جن کو پہنچنے اپنے دماغ میں جگہ دی تھی اور جہاں نام پہنچنے آتی تھی حکمت عملی کی جگہ قطعی حکمت عملی رہا کرتا۔

غرض کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ کچھ اپنی غلطیوں کی اصلاح جدید حکمت عملی کے بدلنے سے ممکن نہیں معلوم ہوتی۔ فرض کیجئے کہ افغانی روسیہ سرحد کے مضبوط رکھنے پر اطمینان ظاہر کیا جائے لیکن بہت عرصہ پہلے اس حالت کے قائم رہنے میں کہ قدر شکلات کا سامنا ہے بشکل ان کہ کینہہ در افغانوں کی دوستی پر پہلے ہی بہت کچھ مشکوک تھی اور جس کو افغانستان کی آخری جنگ نے قومی اور مذہبی نفرت کے ساتھ بدل دیا تھا پورے طور پر اعتماد کیا جائے اور شکل ہے کہ جب روسیہ افغانستان کے ڈانڈے پر کھڑا ہے تو ایسے نازک وقت میں افغانستان کے کسی حصہ ملک پر قبضہ رکھنے کے لئے کوئی لڑائی افغانوں سے لڑی جائے۔

علاوہ بران اگر یہ قبضہ رضامندی کے ساتھ بھی ممکن ہو تو بغیر کسی آمدنی کے اس کے  
 دوا کی مصارف کمانے آئین گے اور پھر روس کو افغانستان کی ترجیب اور تحلیف کے  
 ذریعے کیا کم حاصل ہیں خصوصاً جبکہ امیر خاں روسیوں کا قدیم وظیفہ خوار ہے۔  
 اگر ان تمام حالات پر نظر کی جائے تو اس سوال کا حل کہ افغانستان کی آخری قسمت  
 کیا ہے؟ بالکل وہی نقل و حرکت اور انگریزی قوت پر موقوف نظر آتا ہے۔ جبہ گورنمنٹ  
 روس کا ڈانڈ افغانستان سے ملیا اور ظاہری تعلق سرحد کا اس کو بھی دیکھا ہی حاصل ہو گیا  
 جو انگریزی گورنمنٹ کو حاصل ہے تو سو چند نزاعات لفظی کے جو معمولاً غلاموں کی  
 بنا پر قائم ہو کرتی ہیں کوئی ترجیح حتمی دونوں گورنمنٹوں کے استحقاق میں  
 باقی نہ رہے گی۔

اگرچہ وقت یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ریاست افغانستان کی نسبت جو فی الحقیقت گورنمنٹ  
 انگریزی سے دوستانہ تعلق رکھتی ہے اور کوئی خراج گذار ریاست نہیں ہے۔ وہی گورنمنٹ  
 کا استحقاق اس استحقاق سے بہت زیادہ ہے جو انگریزی گورنمنٹ کو مدین حاصل ہے۔ پس  
 یہ جدی نزاعیں اور سازشیں جارحی رہیں گی اور غالباً امیر خاں جو دونوں حریفوں کو کیساں  
 دشمن ملک اور دشمن اسلام سمجھ رہے ہیں دونوں سے یہی کہیں گے کہ کابل کے لوگوں کو اس  
 امر کا خوف ہے اور یہ بخوبی اونکے دماغ میں ہے اور اونکے دل پر نقش ہو گیا ہے کہ اگر انگریز  
 یا کسی دوسری یورپین قوم نے ایک بار بھی ہمارے ملک میں قدم جما یا تو کبھی نہ کیسی ہلاکت  
 ہاتھ سے نکل فرور جائیگا۔ اس امر میں اذکار کسی طرح اطمینان نہیں ہو سکتا اور ناممکن ہے کہ  
 یہ خیالات اونکے دل سے دور کیے جاسکیں۔ مگر آخر کار جس قدر روس افغانستان کے  
 آدھن حصے میں بڑھ گیا انگریزی گورنمنٹ اس طرف بڑھ سکی رہا نہیں کہ دونوں سلطنتوں کی قوت  
 کے لحاظ سے افغانستان دو حصوں پر تقسیم ہو جائے۔ اس تقسیم کا نفع عام یورپین  
 نظر سے اس وقت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک ہندوستانی قبیلہ دنیا کا جو بذات خود شائستگی حاصل کرنے کے  
 قابل نہ تھا اب یورپین سلطنتوں کے ہاتھ میں شایستہ ہو جائیگا اور وہی نظر سے قطع نظر نفع  
 تقریر محمد خان وزیر علیان ہما بلہ سر پورس پل سفیر انگریزی۔

تجارت کے جسکی جانب چند روز سے گورنمنٹ روس کی قدر متعین نظر آتی ہے نہ برائے اہل انارک  
 تعلقات کا یہ ہوگا کہ غلے العموم تمام نزاعات میں گورنمنٹ روس کی گورنمنٹ انگریز پر برتری  
 اور مخالفت اور باور کرنے کا موقع خوب رہیگا۔ یہ دوسرے امر کی اتنی شتہاں اکثر ہندوستان میں  
 کی سمجھ میں نہیں آ سکتی ہے اور اوسکو وہی لوگ بہت زیادہ با وقعت سمجھتے ہیں جنکو پانچویں  
 سے سال بھر رہتا ہے اور جدید معاہدات میں انہیں کوششوں سے کاربرار ہونے کی نذر ہوتی ہے  
 الماصل روس کی اس پیش قدمی کا نتیجہ میری رائے میں جب تک روس اور انڈیا کے  
 کی خود مختاری کا خاتمہ نہ ہو جائے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے لیے جی ایک  
 عرصہ درکار ہے۔

لیکن یہ امر ہر جواب طلب باقی ہے کہ اہل ہند کی حفاظت نہ جان و مال کی کیا سہیل  
 ہوگی میں سنہری لٹریچر کے خیال حضرات کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ جبکہ ترقی روس  
 نے وسط ایشیا میں کی ہے اوسکا مقصود ابتدا سے صرف یہ تھا کہ ایک وقت میں ہندوستان پر  
 حملہ کیا جائے۔ بلاشبہ گورنمنٹ روس نے بلحاظ رقبہ ملک مندرجہ کے ان فتوحات میں نفع کم  
 حاصل کیا اور اوسکو بکثرت روپیہ اور جانیں اس پچھلے برس کے عرصے میں تلف کرنی پڑیں لیکن  
 جب یورپ میں تمام دہلیں روسی ترقی کی ہتھیاروں کی آہنی دیواروں سے بندھیں تو اس کے  
 ترقی طلب۔ جنگ دوست فوجی افسروں کی اظہارِ لیاقت کے سلسلے وسط ایشیا سے زیادہ چین  
 میں دین کوئی قرار پاکستانیہ کہ ان لائیون میں سربراہ ریفلو کا قدیم ننگ الود کوڑا دار بند و قون  
 سے متقابلہ اور اکثر خند ہی معینوں کی جہاز چڑھنے میں فیصلہ بنایا ترقی کا میں ان مخصوص لوگ  
 تھا اور ہر قدم کی ترقی وہ مہرے قدم بڑھانے کی ترغیب دیتی تھی۔ علاوہ پران وسط ایشیا کی  
 روسی ترقی پر بخوبی غور کرتے ہیں یہ امر ثابت ہے کہ وہ وحشی قوتوں کی بلیرھہ وی اور بعض ممالک  
 مقبوضہ کی ترکیب خاص ہی کبھی کبھی آئندہ ترقی کا سبب ہو جاتی تھی۔

اسی طرح میں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کرتا کہ انگریزی گورنمنٹ روسی گورنمنٹ  
 کی قوت کے مقابلے میں محض پیچھے ہے۔ بلاشبہ روسی گورنمنٹ فوجی برتری قوت میں ہمہ جہت زیادہ  
 قوی ہے لیکن اسی طرح بحری قوت میں ہم روس پر غالب ہیں بلاشبہ روسی گورنمنٹ کی آمدنی

ضروریات ملک کی جگہ زیادہ تر تعلقات جنگ میں صرف ہوتی ہے لیکن شائد قوموں کی سلسلہ  
 زانیہ میں روپیے پیسے کا بڑا اکسل ہے اور اگر روس کی آمدنی سوارب روپیے کی ہے تو قطع نظر قومی  
 اتخاٹ اور قومی تمول کے انگریزی گورنمنٹ کی کل آمدنی تین ارب کے قریب ہے تمام مملکتوں  
 کی آبادی دس کروڑ آدمیوں سے زیادہ نہیں اور کل انگریزی مقبوضات سلطنت میں ۲۵ کروڑ  
 آدمی آباد ہیں۔ اس آبادی کے چوسٹے علی اور اخلاقی قوت میں ہر طرح انگشتان روض پرفانی ہج  
 نہیں بلکہ باہر سے میری رائے یہ ہے کہ انگریزوں کی فیرقی مخالفتوں کا نتیجہ ہے اور  
 بعد روئی صحیحی سلطنت میں تمام اسی سلطنت کے مخفی ہیں مابقی مخالفت میں تجارتی ہر رائے  
 اور ہر راز کی دیکھان اورانی جائیں۔ ان مخالفتوں کا زانیہ گذر گیا۔ مہریدیہ حالات کی حالت  
 اسے آئندہ ہوگا کہ ایک سوچے رائے ہر قائم کرنا ہی چند ان شکل نہیں رہا۔ پس اب تھیر کار ویر ہے  
 لی وائشمندی اور اوکلی لٹنے درجے کی پٹیکل قابلیت سے آئندہ ہے کہ گورنمنٹ  
 الیڈوڈ فریڈم فریقی اختلافات سے علیحدہ ہو کر ایک سبب طرفدار قطعی ویرٹل پذیر جدت  
 علی ضرور قائم کرے گی اور اتفاقی حکمت بھی کی تائید سے یک جائزہ رکھیں

میری رائے میں جو احتیاطی کارروائی گورنمنٹ باطنیان اور بلاخطہ اس معاملے میں  
 کر سکتی ہے وہ شاید یہی ہے کہ مسجد ہند وستان کی حفاظت کی جائے اور سین سے ضروریات  
 بہرہ سے کہ تدریجاً گورنمنٹ آف انڈیا کی فوجی تہذیبی اور اخلاقی قوت زیادہ بڑھائی جائے۔ نو جی تو  
 کار ویر سے زور سے ایسا بڑھانے روئی گورنمنٹ کے ساتھ موازنہ قوانین قائم ہونے سے بلاشبہ  
 ایک ایسا بار ہے جسکا تحمل غریب ہندوستان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ زراعت ہندوستان کی  
 آمدنی بلکہ آبادی اور قبضہ ملک دیگر تجارتی ممالک سے بہت کم ہے اور ملک ہر قسم کی ترقی  
 میں کچھ نہ کچھ گورنمنٹ کی اعانت کا محتاج ہے پس ضروریات گورنمنٹ اور اصلاح حال رعایا سے  
 جی کر مستعد روپیہ اس وقت بھی فوجی مصارف میں صرف ہو رہا ہے وہ خود اپنے ہرگز کو ناگہر ہے  
 لہذا اس معاملے میں مناسب تجویز یہ ہے کہ تعلیم یافتہ شرفاء کے گرد سے کسی قدر احتیاط کے  
 ساتھ وہ لوگ منتخب ہوتے رہیں جنکی وفاداری ہمہ وجہ قابل الطینان ہوا و وہ فوجی تعلیم میں  
 بخوشی شریک کئے جائیں اس طرح ہندوستانی ریاستوں کی فوجی قوت چرچے سے ملے کے غدر میں انگریزی

سنبھالتے ہیں کوئی قویہ کوشش کرنا نہیں کہنا زیادہ اعتدال کو مانتا اور بندہ جو خدا کو حق کہتا ہے نہ دیکھی جاسے۔  
 ضبطی اسلحہ سے کسی وقت میں ایک فوری اطمینان بلاشبہ ہوتا تھا۔ لیکن میر جی  
 راے میں ایک عظیم قوم کے لئے ایسے عجیب اصول کاٹنے کو ناجائز کا نشان دینا ہی نامرغبت نہیں کہ میں  
 نہوا اور اس اصول پر قائم اور مستقل ہو جائیگا اور نہ آف آف انڈیا کی محض کہتہ اندیشہ نکتہ عملی  
 تھی جو فی الواقع خود گورنمنٹ کے لئے نہایت کمزوری کا سبب ہو گئی۔ ہر گورنمنٹ اپنی جاہل  
 برعیا کی اخلاقی قوتوں کے معتدل کر کے مجاز ہے لیکن اسلحہ یعنی تجویزات سے ضرور احتیاج لازم  
 ہے جس سے کوئی خفی قوت ایک عظیم قوم کی بالکل ہمدوم ہو جاسے۔ وہ شرفاء ہند جسکے پیچھے  
 زیور کے ساتھ ہتھیار کا استعمال کرتے تھے اور جنہوں نے فوجی فحشندی اور ناموری کے افسانے میر  
 میں پائے تھے اور ان افسانوں پر اونکو بے انتہا ناز تھا وہ لوگ ہتھیار تیار اور لڑائی کے نام سے  
 بیگانہ محض نہیں ہوئے بلکہ رات ہی اور دیر کی جگہ پاجیانہ خوشامد اور بخیرتی کے عادی ہوتے  
 جاتے ہیں۔ یہ لوگ اب اس بات کے محتاج ہیں کہ انکی ذاتی حفاظت کے لئے دیگر ممالک کی  
 مستورات کی طرح غیر ملک کے مرد بلائے جائیں۔

اس سلسلہ بحث پر زور دینا غالباً بالکل فضول ہو گا کہ شرفاء ہند اس کے عذر میں اس  
 ہندوستانی باغی فوج کے شریک نہ تھے جو اب بھی انگریزی فوج میں بھرتی ہے اور جسکی تعداد  
 یورپین فوج کی دو چاند ہے لیکن بااثرین ہمہ گورنمنٹ کو اس اور ہندوستان ہمسایہ کے قانون کے  
 کمرخت فیوڈ کے ساتھ ہتھیاروں پر ایسا عجیب وغریب مصول پایا گیا کہ گویا انکا استعمال بڑبڑکیا گیا۔  
 گورنمنٹ کی تمدنی اور اخلاقی قوت میں ترقی دینے سے میرا مقصد وہ ہے کہ گورنمنٹ  
 کے طرز حکومت اور بعض انجمنوں میں حکام کے طرز سلوک سے جو ناخوشی اہل ہند کے قلوب میں  
 ترقی کرتی جاتی ہے اس کے علاج کی جانب توجہ لیا جائے۔ گوانگریزی حکام کے روبرو جو بعض خصوصیات  
 بولنے والے حضرات مجھے اپنا فومی بندہ خیال فرمایا کرتے لیکن اس امر واقعی کے ظاہر کرنے میں  
 مجھے کچھ باک نہیں کہ اہل ہند میں انگریزی گورنمنٹ سے ناخوشی کا مادہ کم و بیش موجود ہے۔ بلا  
 شبہ اہل ہند کے طرز شکایت اور تہذیب شکایت میں برابر علم و تہذیب کے لحاظ سے  
 فرق ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دل بھی ایسی شکایات سے خالی ہے

اعلیٰ درجے کا تعلیم یافتہ فرقہ کے غور و عمل کا دائرہ بھی جدا کا نہ ہے اور پہلے پائری جیڑ حکومت  
 انتہی پر کافی ہے کہ اصول سلطنت کے مسائل جدیدہ کو کچھ نہ کچھ سمجھ سکے اور پہلی بڑی شکایت یہ  
 ہے کہ انگریزی قوم نہایت غرور ہے اور اس کا قومی غرور اہل ہند کی حاضر و غائبہ بددست  
 سے محال کا سبب ہے۔ غرور کے وجود سے انکار کرنا تو انگریزی قومیت کے بدن شے کی ہمیشہ کی  
 ہے لیکن بلاشبہ میراجال اس غرور کی نسبت مابعد ازیں ہر تہہ کہ دنیا میں ایک شائستہ تعلیم یافتہ  
 قوم کے مقابلے میں غرور غرور ہے ایک تعلیم یافتہ باذوق شہری و قصباتی اہلکار، عالم، راجا، راجا  
 کے مقابلے میں غرور غرور ہے لیکن غور و فکر سے یہ مثالیں انگریزی غرور سے متعلق نہیں  
 قرار پاتیں۔ اور ان غور و فکر ایک فاتح قوم کی حیثیت سے ہے اور اپنی ذات میں گویا اہل ہند کو  
 لیے اس امر کی بترغیب نہ ہے کہ جب تک تمام اپنی مفتوحہ بیثیت کو تبدیل نہ کر دے ہم اپنے غرور  
 کی حالت کو بدل نہیں سکتے۔ اور ان غرور ہندو شاہی سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہمارے  
 کے مغز۔ تعلیم یافتہ اور شائستہ بیان تک کہ خود والیان ملک کے ساتھ ایک بے حقیقت  
 آؤتھور اور کار سپانڈنٹ اخبار کا وہی مغرورانہ سلوک ہے۔ وہ اپنے قحاحی کے نشے میں چور  
 ہیں اور قومی اتفاق سے اور کو اپنے مغرورانہ افعال میں مدد ملتی ہے۔ وہ ہماری خوش اور  
 ناخوشی کی جو برابر ہی پروا نہیں کرتے۔

غریب ہندوستان میں والیان ملک اور متحول رئیسوں کے متواکفرت ایسے بیلے مانس موجود  
 ہیں جنکے جاچ اور بے اور اہل الحرم نامور فوجی یا مذہبی پیشوا گز سے ہیں اور بے پاس اپنی زبان  
 کے متواکفرت بات سے اگر ایک یورپین نظر سے دیکھے تو آثارِ شائستگی اپنے قبول کا کوئی  
 نشان نہیں ہے لیکن قومی عزت کے آثار اور میں پر مشہور موجود ہیں۔ بدولت اور شانِ شوکت  
 نے ہونے لگا رہا لیکن شرافت اور شائستگی کی جان فیضِ اخلاقی ترقی نہ راستی اور ایماندار سی  
 او نہیں رہو باقی ہے۔ وہ دولت کی پروا نہیں کرتے لیکن ذاتی عزت کا اور کو بے انتہا لحاظ ہے۔  
 لیکن ایک صاحبِ سیم صاحب۔ آیا صاحب۔ خاں سامان صاحب کا ہر تہہ اور انکے ساتھ کیا ہے۔  
 وہی قحاحی کا غرور اور حکومت کا غرور اور اسکی لین دوری دنیا بہر کی دولت چو خوار سی۔

یہ غرور مناظر نہایت کمین اور ہند کا دشمن نہیں ہے بلکہ صاحبِ مہم صاحب کی ذرا



ناخوشی اکثر عامانہ اختیارات کے ذریعہ سے بڑے بڑے جرائم کا سبب ہو جاتی ہے جو غریب  
ہندوستانیوں کی جان اور عزت پر موثر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل ہند کا قول ہے کہ غلامی  
کا بہوت ہمارے گھر سے دفعہ نہیں ہوا بلکہ زمانے کے انقلاب سے اس نے دولاپی  
برمراکش بس کا جنم لیا ہے۔

ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے انگریزوں کو ہر بات میں اپنے قومی امتیاز کے قائم رکھنے  
کا ایک کمینہ جوش الیا گھیرے ہوئے ہے کہ وہ ہماری ہر ترقی اور اصلاح کو ہوکھوڈکا ہمسایہ بنا سکتی  
جنے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا قومی اعتبار اور ان کا منصب ہمیشہ اس بات  
کا ان کو موقع دیتا ہے کہ وہ اعلیٰ عہدہ داران کو نمٹ کے کان غلط خیالات سے بہرین  
اور ہمارے قومی جوش کو اپنے حاکمانہ اختیارات سے دبائیں غرض کہ تھے المقدور ہماری ترقی  
میں سدراہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا کی باہمی سماعت و زراعت و تجارت و جنگ و  
میں یہ لوگ جعفر نیک نیت اور آزاد ہیں قومی حقوق کی مخالفت میں اتنے ہی جہٹ دہرم اور  
خود غرض ہیں۔

البرٹ بل کے قیامت انگیزہ نگاہ سے میں کوئی دقیقہ اہل ہند بلکہ قائم مقام ملکہ منظر جوڈونٹ  
آف انڈیا کی ذلت اور سخارت کا اوسٹان نہیں لکھا گیا اور خود ہی تو قومی امتیاز اور قومی استحقاق  
کی بنا پر بغاوت کا ایک محض خیمہ ترقب طوفان برپا کیا گیا اور پھر خود ہی بعض باغیہ انگلینڈین  
ایک عجیب و غریب منطق سے اس وقت تک یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس کے بانی لارڈ دین تھے۔  
لیکن کسی نے ان انگریزوں کا کیا بنالیا! انگریزوں کی حکام کی انہیں بد آموزیوں اور عازلیوں  
نے بعض وطن دوست اہل ہند کو انہیں جان بوجھ کر کیا تھا کہ ملک کے اعلیٰ ترین صوبہ میں  
حصہ لیکر اپنے ملک کی حکومت میں رفتہ رفتہ دخل پیدا کیا جائے لیکن اس ترقی میں بھی  
فراموشی و پریش رہیں۔ ساتھ سمندر اوس پارپول سروس کا امتحان قرار پایا اور اوسیر بھی  
رسن کی سخت قید اور انگریزوں کے ساتھ اونکی مادری زبان میں ایک غیر قوم کا امتحان دینا  
اور ان سب وقتوں کا جیل کی ترقی میں اوسکی انتہائی پرواز اسٹیشن !!

یہ مجھنا بڑی غلطی ہے کہ اب مسوع فیاض ہند کے ہر دم خیر ملک میں کوئی شک کی

کہ مٹھافیزی اور بیرل کا پیدا کرنا کیلئے بند کر دیا۔ خود ہمارے وقوف میں سر سالانہ جنگ و جوم اور سہٹی باجوہ  
اوسنی پارے کے مدیث ثابت ہوئے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو سستے داموں اس جس  
کی خریداری منظور نہیں۔ سیکڑوں فیضی اور بیرل گذر گئے لیکن بے پروا گورنمنٹ نے آنکھ پھیر کر نہ دیکھا  
مسیحیہ محمود اور مسیحی علی خان آفت کا مقابلہ تو تب صحیح ہوتا جب علانہ صیغے میں کوئی ذمہ داری کا سہرا  
عمدہ اونکے سپرد ہوتا۔ کہہ لی ہندوستانی بھارت آفس میں یا کسی محفل و مخصوص عہدے پر یا موکھیا جاتا۔

سب حال ہندوستانی انگریزی طرف حکومت کے قاعدے تغیر حالت سے ایسے بردی ہو گئے  
ہیں کہ اب نہایت سستی اور غلبت کے ساتھ اونکی ترمیم اور اصلاح کی ضرورت ہے نہ چنا  
میں حکومت مطلق (ڈسپائٹ گورنمنٹ) کی حاجت اب وی وقت تک ہے جب تک قوم کو اپنے  
حقوق کا حصہ نہ تو قوم کے موہ میں زبان نہوں کوئی وجہ نہیں کہ چند خود غرض انگریزوں کی سائے  
اب بھی اندھے کی لکڑی بنائی جاوے اور غریب سکھ ٹری آف اسٹیٹ ناواقفیت سے سارے  
ہا کر اور ہندوستانیوں کو اوسے ایک لالچی سے مانگین اور کوئی چون نہ کر سکا!

جس شخص کی حکومت کی جگہ قومی حکومت کا وجود نہیں ہے لیکن ایک قوم کی حکومت دوسری قوم پر  
حالات میں جبکہ قومی حقوق کا احتمال چند خود غرض حاکموں کو ہر وقت وہ خود حکومت کی روتی روکتے  
پر مجبور کر رہا ہو زیادہ تر خطرناک ہے کیونکہ شخصی حکومت میں اگر ایک خود رائے غاصب عالم ہے  
سنا بقہ ہے تو اس صورت میں ایک گروہ برہمن لوٹیروں کا موجود ہے۔

غرض کہ تعلیم یافتہ فرستے کی شکایتیں اسی قسم کی ہیں لیکن تہہ تیغ شکایت میں اس فرستے کی  
خواہش صرف یہ ہے کہ ہندوستان کے طبیعو میں غلامی فرستے کی جانب سے جو قومی فراموشی و پیش  
ہیں وہ اوٹھا لیا جائے اور ایک روز کا کام دس روز تک نہ بڑھایا جاوے۔ وہ موجودہ افکار و  
کاشا کی ماوراء اصلاح کا متمنی ہے لیکن جو فوٹا انگریزی گورنمنٹ سے پہنچے ہیں اونکا شک گزار بھی ہے  
۔ اوسکا بیان ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کی بدولت مسیحی اور دھرم کے خوشیاں نہ ہم جیکو ہندوستانیوں  
کے مذہب اور غیرت نے مدون سے سخن قرار دے رکھا تھا قاطبہ ترک میو سے ڈاکہ زنی اور  
ٹھکی کا انبساط و سختی کے ساتھ کیا گیا اور ان کاموں کے لئے گورنمنٹ کی جب خاص سے  
جداگانہ محکمے مقرر ہوئے۔ وہ آگے تو کی خانہ برانداز مذہب جگیاں کرنا لے اور کھما رنے پر تلواؤں کا

اوّل پڑنا۔ صوبہ داروں اور زمینداروں کی گورنمنٹ سے بغاوتیں اور قتل و غارت کے جنگاے۔  
 تغیر حکومت سے تمام اصول مملکت کی برہی۔ اور ایک فیصلہ پڑنے کی عبرت انگیز خاک نشینی کا کرنے  
 غیر مستحق کا عروج۔ بہرہ تمام پھل حکومتوں کے اضطراری افعال کے نتائج جنہوں نے سلسلہ نظام  
 عالم کو محض ایک پھوہر عورت کا غیر منظم گہوارہ کا پلے کر تقدیر الہی ثابت کر رکھا تھا فنا ہو گئے۔  
 باقاعدہ حکمرانی سے ملک میں اطمینان اور امن و امان کی ایک مہتمل حالت پیدا ہوئی اور تجارت  
 و حرفت کی جانب لوگ جھپکنے لگے۔ تعلیم میں جو انسان کی ترقی کا جزو اول ہے گورنمنٹ نے بری  
 توجہ کی۔ علم ادب کے موسے عاشقانہ خیالات۔ خوش مضامین اور فضول تکلفات اور حکمت  
 قدیرہ کے پیونے اور جزو لا یتجزی کے غیر مفید مباحث تعلیم سے جدا کئے گئے اور بکار آمد علوم  
 و فنون کا رواج ہوا۔ آدم آستہ کی جدید تحقیقات دولت اور رسائی تعلیم دولت کے مسائل  
 اور ماکٹرل اور اسپنسر وغیرہ کی پولیٹیکل اکانومی اور سوشیالوجی (فلسفہ سیاسیات) دین کی ریب  
 و غریب تحقیقاتوں نے ہماری جماعت تمدنی (سوشلی) کے خیالات کا رخ پھیر دیا۔ آزاد و استغناء  
 ۔ فرائض و بہمدی کی صحت بخش ہوائے ہمارے مردہ قلوب اور بوسیدہ چڑیوں میں ایک تازہ  
 روح بھونک دی۔ ہندوستان اوشمہ کرا پڑا اور وہ مردہ ہزار سالہ جو فقط کشتہ حریتوں کا ایک  
 ڈھیر بنا اپنے ہر شفق برہا کی طرح قومی جلسوں اور اخباروں کی ہزار زبانوں سے بولنے لگا۔  
 انگریزی ماحول حکومت کے روشن کرتوں نے اپنی ہمسایہ ریاستوں کو بھی جگے لوندین  
 چھوڑا۔ تعدد و ازواج۔ قتل و ذبح خورانی کی خفیہ سازشیں اور ایک ہی غفلت بھٹ کا ملک میں  
 سنا ماست کچھ موقوف ہوا اور انگریزی قاعدوں پرش کر نکاشوق اوٹکو بھی پیدا ہو گیا۔  
 انگریزی قوم کی نسبت گوٹکا اعتقاد خیمہ ہے کہ وہ یامین کوئی فرقہ شیدا اس قوم سے  
 بڑے رحم دل اور آزاد زمین۔ مظلوم غلاموں کی آزادی میں کرداروں روحیہ اور ہر اور زمین  
 اسی قوم کے خرچ کین اور اسی طرح کی بہت سی اصلاحوں کا باعث دنیا میں یہی قوم ہوئی۔ ہندوستان  
 کی جابرانہ حکومت میں بھی بکثرت نیک نیت انسان انہیں انگریزوں میں ایسے گزرے ہیں  
 جنہوں نے ہمیشہ ہمارے حقوق کے لئے اپنے ہاتھوں میں نشت کی امانت و خلافت اس وقت شہرت  
 کی جب نہ ہم کو اپنی حالت کا جس تھا اور نہ ہم خون غلام اور نشت اردان میں بھی اور نشت کے

اظهار پر تھا درستی اور اونکی اوسوقت کی ہمدردی پر عینہ وہی شل صاف قمی سوئے ٹرکے  
کامنہ جو مانہ باپ خوش نہ مان خوش،

یہ تعلیم یافتہ فرقی کی غمخیز شکایت اور شکستگی ہے لیکن اس فقرے کے تحت بین  
ایک دوسرے فقرے کی شکایات کا سلسلہ نہایت طویل ہے اور رسم اصولاً اور عیناً اور شکایات  
کو ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا قول ہے کہ انگریزوں نے لوگری سے ہموحرم کیا۔ تجارت ہمارے پیشانی  
تھکسوں سے ہموحرم یا رکبا۔ مقامات میں ہموٹو ناغض کے غمخیزان میں ہمو کوڑی کوڑی کا حق کریم  
ہم ان شکایات کے سلسلہ وار پہلے طرفدارانہ و مناسب تمود کے ساتھ جانچنے کی کوشش کر  
کرتے ہیں۔ اولاً بادشاہ اور عیاد و لون کے فرائض اور وعد و عمل کی تفریق پر جان کر کہ اجائے  
دوسرے خطائے عشق و کراہی و غیر مشترک میں التزام کا بار صحیح طور پر بوزم و اقی کے سوجھ بوجھ سے  
اول لوگری۔ اس بحث میں غیامی بیوگری تو صرف اس قدر ہے کہ اس زمانے میں انگریزوں کی  
حکومت ہے "لوگری کا بیج مار گیا" لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بیوگری کہاں تک سمجھ ہے۔

سرکاری نقشہ جات اور مردم شماری کی آخری رپورٹ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
کہ کل صیغہ جات سرکاری کے ملازمین کی تعداد پونے چودہ لاکھ کے قریب ہے۔ اس میں  
نہیں مغل ایک لاکھ نوے ہزار فوج کے تربتہ ہزار یعنی تقریباً ایک ٹلٹ یورپین ملازمین  
اور باقی ہندوستانی۔ دیگر صیغہ جات میں یورپین ملازمین کی تعداد سترہ لاکھ ہے کہ جن میں  
کے یورپین چند ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتے پس اس حساب سے ظاہر ہے کہ ان یورپین پونے چودہ لاکھ میں  
اگر فوجی یورپین ملازمین کو اس تعداد سے خارج کیجئے تو یہ لاکھ سے زیادہ ہمارے مجموعہ  
ہندوستانی ملازم موجود ہیں اور یہ وہ تعداد ہے جس سے زیادہ ملازم نہ رکھنے کی گورنمنٹ کی وجہ  
نہیں۔ پس یہ سمجھنا تو صحیح غلط ہو گا کہ انگریزی گورنمنٹ میں ہندوستانی ملازمین کی تعداد کم ہے  
لیکن اس بحث میں شکایت کی بنیاد اور ہے۔ لوگری ہمیشہ ہندوستانیوں کو یہ سمجھ بوجھ

نہیں ہے کہ گورنمنٹ کے قدر لازم مقرر کر سکتی ہو بلکہ اونکی شکایت صرف یہ ہے کہ جب تک  
عمدہ رعایا کی پرورش کے ذمہ دار ہیں تو انگریزی گورنمنٹ کل بیکار ہندوستانیوں یا کم

بیکار سبیلے مانسون کو کیوں نوکر نہیں رکھتی۔ اس شکایت کا اصل حصہ یہ ہے کہ ہندوستان بلکہ دنیا کی قدیم تہذیب میں تمام ایسے پیشہ ور طبقے مختون کا تبادلہ بازار میں ناممکن تھا امر اور سلاطین کے رحم محض پر جب کا نام اون لوگوں نے قدردانی رکھا تا زنگی لبر کتے تھے۔ چنانچہ قہیم خانو کے سوانح نمبر ۱۔ بہادر وں کے عجیب و غریب کرتب اور شاعروں کے مدحیہ قصائد اور شہنشاہ اور امر اور سلاطین کے گراہنا صلے اس امر کے شاہد حال ہیں:۔ اے ہذا التلیص تعلیم اوسن مانے میں ایک دفعہ مخصوص یعنی شہر فابر محدود تھی اور جسطرح دنیا فزی تعلیم کا اصلی مقصود عموماً نوکری لکھنے پڑھنے کی نوکری کو ہی لوگ تھے سچے جانچو پس اس وجہ سے کہ شہر تہا اپنیت تک اس بخدی ڈھبی پڑو فرقے نے یہی صرف دوسروں کے رہا اور قدر دانی بکے سہارے زندگی کے دن تیر کے یہ اصول عادتہ اونٹیکے ذہن نشین ہو گیا کہ گورنمنٹ رعایا کی پرورش کی ذمہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علی العموم شریف اور خاندانی اہل ہند اس امر میں انگریزی گورنمنٹ کے زیادہ شاکہ ہیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ اصول کہ گورنمنٹ بیکار آدمیوں کی پرورش کی ذمہ ہے سچے ٹھیکانہ ہے دوسرے علاوہ ایسے اصول کا نفاذ کہاں ممکن ہے ہندوستان کی مردم شماری میں چار کروڑ آدمی وہ ہیں جنکے پیشے کی کوئی تہجرت نہیں ہے انہیں سے بکثرت بیکار اور بیکاروں میں کم سے کم چند لاکھ سبیلے مانس نوکری کے امیدوار ہونگے پس فرض کیجئے کہ گورنمنٹ نے کل بیکار آدمیوں میں بیکار سبیلے مانسون کو نوکر رکھ لیا لیکن یہ روپیہ کہاں سے آئے گا؟ کیا بلا ضرورت جدید ٹیکنس کی حاجت نہو گی؟ اور کیا یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ گورنمنٹ غصباً ایک شخص سے چین کر دوسرے غیر مستحق کی پرورش میں خرچ کرتی ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف ہم گورنمنٹ کے اول تمام کمسنوں کے شاکی ہیں جو اکثر بھاری ہی تہذیب اور ترقی میں خرچ ہوتے ہیں اور دوسری طرف ہم اوسکی پرورش کے نفعان تک محتاج ہیں! یہ کو یہ شکایت ہے کہ وہ ہمارا علاقہ عمدہ انتظام کے لئے کیوں فرق کرتی ہے لیکن اسکے متمنی ہیں کہ گورنمنٹ ہماری خانہ داری کا انتظام کرے!!

علاوہ برتن ہماری سچہ میں نہیں آتا کہ جب گورنمنٹ ایک مستحق ایک کارگر کے معاوضہ خدمت کی ذمہ دار نہیں ہے اور خداوند کو گورنمنٹ سے کوئی شکایت ہے تو وہ ایک

منشی یا محرد کے نوکر کرنے کی ذمہ داریوں پر بھی جاتی ہے۔

• البتہ اس نوکری کی بحث میں اس شکایت ہماری واجب ہے یعنی باوجود دستور و عہدوں کے کیونکہ گورنمنٹ ہکو ذمہ داری کے اعلیٰ عہدوں پر ذاتی قابلیت کے لحاظ سے ملے ورنہ مین کر تے لیکن اس شکایت کا مقصود صرف یہ ہے کہ اعلیٰ عہدوں کے ذریعے سے اپنے ملک کی حکومت میں ہکو مدافعت ہو اور کس قدر مضار و حکومت میں تخفیف ہو جائے ورنہ بالفرض گورنمنٹ نے کل چند ہزار لاکھ روپوں کو موقوف کر کے ان کی تکمیل ہی ہندوستانیوں کو دیدین تو اس کے نتیجے میں ہکو کروڑوں یا لاکھوں آدمیوں میں صرف چند ہزار کی برہمنوں میں ہی نتیجہ ہے جس کے حاصل کرنے پر اس قدر دوا دیا ہے۔

اب ہم اس بحث سے قطع نظر کر کے ناظرین کو دوسری طرف توجہ دلاتے ہیں۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ گورنمنٹ نے غلامانہ کام تمام قصائد و فرائض کے ساتھ کل بیکار ہندوستانیوں کو نوکر کر کے لیا لیکن گورنمنٹ کے جو اسکو ترقی کی حالت میں لگاوا یہ امر بہت ضار ہے کہ نوکری کے ذریعے سے قومی ترقی نا ممکن نہیں ہے اور تجارت ہی ایک ایسا پیشہ ہے جو مستقل اور غیر موجودہ ترقی کا سبب بن سکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ترقی ایسی نہیں جس کے لئے قبول کی حاجت نہ ہو اور یہاں میں اسلئے درجہ کی عام ترقی کا کوئی ذریعہ تجارت کے سوا ہرگز نہیں سکتا پس بلاشبہ ٹھوسوں کی انہماکی ترقی تجارت پر موقوف ہے۔

نوکری اور تجارت کا فرقہ مافی حیثیت سے مختصر حسب ذیل ہے۔ نوکری کی حالت میں محدود ہے لیکن تجارت کی آمدنی غیر محدود۔ نوکری کے ذریعے سے دولت کا خزانہ اس وجہ سے مشکل ہے کہ اس پیشے کی حیثیت میں جمع کرنے کی کوئی ترغیب نہیں بلکہ حکومت کے لگاؤ نے فی الحقیقت اس طرف کی زیادہ ترغیب نہیں لیکن برخلاف اسکے تجارت کی ذاتی ترقی کفایت منہاری پر منحصر ہے۔ اور کامیابی حاصل ہونے سے کہ اس المال پر جو منافع حاصل ہوتا ہے اسکو اس المال پر خرچ کرتے جاؤ۔ نوکری سے اگر کچھ دولت جمع نہیں ہوئی تو اسکی آمدنی ترقی مفقود ہے لیکن تجارت کے لئے کوئی دائرہ ترقی کا نہیں ہو سکتا اور ان سب امور سے قطع نظر کہ اگر نوکری کے ذریعے سے کوئی حالت اطمینان کی حاصل ہو

کیجا سے ٹولو کری اوس عظیم نقصان کا علاج کیا کر سکتی ہے جو غیر قوموں کی تجارت سے اہل ہند کو پہنچ رہا ہے۔ پس اہل ہند کو کاتون میں کوئی ذریعہ قومی ترقی کا تجارت کے سوا نہیں ہو سکتا لیکن اہل ہند کو یہ شکایت ہے کہ انگریزی قوم نے اودکی تجارت کو مٹا دیا۔ وہ اپنی زندگی کی رہزموں و ریات میں ہی انگریزوں کے دست نگر ہو گئے اور افس ذریعے سے اپنی دولت ہندوستان کی ہر سال نکلتی گئی کلب وہ دنیا کے بازار میں بالکل دوا لیا ہو گیا۔

اوس کو اپنی ذاتی پرورش کی قوت نہیں رہی۔

ہم ان واقعات سے بظاہر لفظاً استفیق ہیں لیکن اس امر میں ہم کو اتفاق نہیں ہو سکتا کہ اسکے بانی انگریز ہیں۔ کسی دوسری قوم نے ہماری صنعت کو نہیں مٹایا بلکہ اوس کا نصف حصہ ہندوستان کی اندرونی تجارت اور اہل ہند کی خوشحالی سے متعلق تھا اور ہم نے کبھی غیر قوموں کے مذاق طبیعت کے لحاظ سے اوس کے ترقی دینے کی کوشش نہیں کی۔ غیر ملک کی صنعت پر ترس کما کر ہم نے کوئی قدر دانی نہیں کی بلکہ اود چیزوں کی ضرورت۔ آزادی۔ اور خوش وضعی نے خود ہمارے غرض نہ پیدا کر لیا۔

پس ان دونوں حالتوں میں جو کچھ شکایت ہو سکتی ہے وہ اپنی ذات سے نہ اپنے ملک سے۔ اپنی قوم سے۔ دوسری قومیں محض بیگناہ ہیں ایسے خیال بالکل غلط ہے کہ ہندوستان کی قومی تجارت میں مال کی دسا بہ نسبت برآمد کے زیادہ ہے۔ کمیشن تحفظ کی رپورٹ اور دیگر کاغذات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکستہ میں درآمد کی تعداد اسیاوں کروڑ (کچھ زیادہ) اور برآمد کی ستر ستر کروڑ (کچھ زیادہ) تھی۔ پس اس حساب سے ظاہر ہے کہ ہم دوسرے ملکوں سے ہ کروڑ سا لاکھ زیادہ وصول کر رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ جب قدر روپیہ سطح حاصل ہوتا ہے اس کا بہت زیادہ دوسری طرح پر ہماوی جہالت اور ہماری کاہلی سے ہٹا ایک انگلستان میں نکلیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک سے جو چیزیں ولایت جاتی ہیں وہ اکثر زمین کی پیداوار ہیں مثلاً غلہ روئی وغیرہ جو بہت اہم اشیاء ہیں پر وہ لوگ خرید کرتے ہیں اور انہیں چیزوں کو اپنی صنعت سے بہت زیادہ قیمتی بنا کر پھر ہمارے ہی ملک میں بھیجتے ہیں کالے بد پریش خاوند غلامان ہمارے ہی ملک کی جتنی چیزیں دوردست ملکوں میں جاتی ہیں

اور زمین مزدوری اور شہل تجارت کا سنا خود ہموک وصول ہوتا ہے اور یکشت کی تجارت میں اکثر انگریزوں کے  
 پانچہ میں ہیں۔ کپڑے کی کلین اسوقت تک کل ہندوستان میں نوٹے سے کم تو نگنی زمین شستر نزار  
 آدمی کلام کرتے ہیں اور وزیر درانہا کارخانوں کی ترقی ہے۔ اس سطح جوٹ۔ کاغذ اور برتن وغیرہ  
 کے کارخانے متعدد ہیں لیکن ان سب کارخانوں کے مالک یا منتظم کون ہیں؟ انگریز یا یورپ  
 ۔ نیل اور شکر وغیرہ کے بڑے کارخانوں میں حصہ دار کون ہیں؟ انگریز یا اس شنبہ ان کارخانوں  
 میں اکثر حقوق کا شکاری اور مزدوری سے زیادہ ہماری قسمت کا کچھ نہیں۔ لیکن یہ کیوں ہے  
 ہماری ہی جہالت اور پست ہمتی سے!

بہر صورت انگریزی قوم نے فی الواقع ہموک کوئی نقصان تجارت میں نہیں پہونچایا جسکی شکستہ  
 کا طور پر ہماری جانب سے ہو سکے بلکہ اصل تجارت کی تسبیح اور اسٹیل سےجی کے تجارتوں کی تباہ  
 اہل ہند کی ترغیب قطع انگریزوں کی ہمسائیگی سے ہوتی جاتی ہے۔ لیکن ایک شکایت اہم اور  
 اوجہا ہے جو انگریز گورنمنٹ سے ہموک پہونچتی ہے یعنی افیون اور شراب کی تجارت۔ اس آمدنی کے  
 جنٹیل مالگڈاری کرنا کوئی وجہ معقول اسکے سوانہیں ہو سکتی کہ گورنمنٹ نے محض طبع اور خود غرضی  
 سے ان دونوں مقبول رقموں کو شامل مالگڈاری کر کے حاصل ملک کو بڑھا لیا۔ لیکن اس وجہ سے  
 کہ ملک کی آمدنی او سکے مصارف کے لئے بدقت کافی ہوتی ہے اس بات کی امید نہیں ہو سکتی  
 کہ جب تک جو دیگر وسائل سے یہ آمدنی بڑھائی جائے ان آمدنیوں سے گورنمنٹ وسٹہ برداری کر سکے  
 سب ٹکسون کی نسبت بے غام خیال اس فرض کا یہ ہے کہ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور انکی  
 لفظ میں علم الغم وجہ افلاس اور زرباری کو یہی ٹکس ہیں پس ہم غور کے ساتھ ذیل میں اس امر کے  
 جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سرکاری مالگڈاری کی تعداد چو کمیشن قحط نے پرفیٹ کے نہر کاوی حسابات سے نقل کی  
 ہے باقیں کروڑ سے کچھ زیادہ ہے اور جلال الدین اکبر کے عہد میں جبکہ ملک بہت متور تھا ابو الفضل  
 نے مالگڈاری کی تعداد ۱۵۰۰۰ کروڑ لکھی ہے نہیں اسوقت کی تعداد سے انگریزی مالگڈاری چھ کروڑ  
 روپیہ سالانہ زیادہ ہوئی۔ لیکن یہ تعداد مستحکم ہے قریب سے مختلف سلاخیں مشاہدہ کے  
 وقت میں بڑھتے بڑھتے شاہجہان کے دور تک باقیں کروڑ انگریزی مالگڈاری کے برابر ہو گئی



اورنگ زیب عالمگیر کے وقت میں ترقی مقبوضات شاہی اور بادشاہ کی سختی اور تنگ و زری سے اس مالگذاری نے اور ترقی کی اور ترقی کے قریب اسی بادشاہ کے عہد میں اترتیس کرچر کے قریب نو بہت پہنچ گئی۔ علی بادشاہ عالم کے عہد حکومت میں جو حساب سرکاری طور پر بادشاہ ابدالی کے روبرو پیش ہوا تھا اوس سے دریافت ہوا ہے کہ سخت جبلت نظامی اور ترقی کی حالت میں نہی ہید تعداد چونتیس کروڑ روپیہ سے کم نہ تھی یعنی سرکاری مالگذاری سے تقریباً ایک ثلث زیادہ۔

اسی طرح اگر سرکاری مالگذاری کا مقابلہ اس وقت کی ہندوستانی ریاستوں سے کیا جائے تو ریاست بابہ راجو تانہ۔ ممبئی۔ ریاست نظام اور مراٹھو کے قریب وجوہ کے ایسے اضلاع میں انتہائی مالگذاری سرکاری فی ایکڑ چھ اور فی کس عہد سے زیادہ نہیں ہے لیکن برخلاف اسکے ہندوستانی ریاستوں کے اضلاع ملحقہ میں ہی نرخ سے زائد عہد فی ایکڑ اور علی ہذا اسکے اور ملحقہ فی کس تک ترقی کر گیا ہے۔ اب اگر مالگذاری آراضی میں کل فیصل شاہی شامل کر لیے جائیں تو سرکاری محاصل کی مجموعی تعداد تینہ تک پہنچے کہ کروڑ روپیہ سے کم نہ تھی لیکن یہ تو جلال الدین اکبر کی حکومت میں ہی بالائیں کردہ سے کم نہ تھی اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں پچاس کروڑ سے ترقی کرتے کرتے آٹھ کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔

اس بادشاہ کے عہد بعد ملت مہدین جس سختی سے جو محصولات سرکاری وصول کئے جاتے تھے اونکی محل حالت اوس عرضداشت سے ظاہر ہے جو حصول خبر پر اناراج سنگھ واٹھی اودے پور نے شائع نہیں بادشاہ کو لکھی تھی اور خوف طوالت جسکی چند ہی سطروں کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے :-

”حضور کے عہد میں اکثر ممالک سلطنت سے جاتے رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ تباہی و مصیبت بلا فراغت عالمگیر نہیں دیگر ممالک کا نقصان اور عائد ہوگا۔ آپکی رعایا بایا ہل ہو گئی ہے اور آپکی سلطنت کا ہر ایک ملک تباہ و خلس ہو گیا ہے۔ دیرانی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور آنتین بڑھتی جاتی ہیں جس حالت میں خود بادشاہ اور خداوند کے گردن کو افلاسی نے جاگیر التوا میر و نکا خدا جالے کیا حال ہوگا۔ سپاہ نالان ہے۔ تاجر ستیفٹ ہیں۔ مسلمان شکی ہیں۔ ہندو تباہ ہیں

اور کجخت مصیبت زدہ لوگوں کے گرد و مکہ نان شبینہ کے محتاج ہیں دن بہر غم اور غصے سے بہرہ شیعہ ہیں  
 کج بول شاہ ایسے آفت زدہ لوگوں سے خراج اکران وصول کیا چاہے وہ اپنی عظمت اور شان کو کیونکر قائم  
 رکھ سکتا ہے ۔

بلاشبہ خبر لایے کمی واجبت یا غیر واجبت سے اس موقع پر بحث کرنا نامناسب ہے  
 کیونکہ وہ ایک مذہبی مسئلہ ہے لیکن میں یہ دریافت کیا چاہتا ہوں کہ جب بادشاہ یہ ملائی  
 اصول کے خلاف عشر سے بہت زیادہ وصول کرنا تھا تو ایسی حالت میں اس کو کیسے جب یہ تہذیب  
 انکس کے اضافے کا منصب کیا تھا ؟

جو محصولات ہمہ کاری مختلف پیغمبر و روزن پر مشتمل کا و منفرد آئندہ و ستارہ میں نام لکھ  
 جانے میں ہم ذیل میں ایکن لب لباب اسکا ناظرین کے زور و پیش کرتے ہیں اور وہ نقشے اس  
 آمدنی اور خرچ ہندوستان کے متشامل کئے دیتے ہیں جس سے اصلی حالت ان محصولات کی  
 ظاہر ہو جائے اور محض بونسوں باغیب پر شکایت اور شکر گزاری کی بنیاد نہ رہے ۔

## تایم اشخاص . . . . . تعدادی کس سالانہ

اشخاص متعلق اراضی بابتہ کل محصولات . . . . .

ایضاً . . . . . بلا شمول مالگذاری . . . . .

کار پیکران . . . . .

پیشہ وران . . . . .

محل بلا تفریق پیشہ بلحاظ کل آبادی . . . . .

[illegible]

۳۵۲

میں نے اس کے بعد سے جو فصل ہندوستان میں ایک بہت زیادہ ترقی کو پہنچنے والے غائبانہ کروڑوں کی قیمت ہے  
لیکن اویسکے ساتھ خرچ سب مال پر گناہ اور نسبت کمی آمدنی کی بنیاد ہی باقی ہے۔

لیکن کسی گورنمنٹ کے محصولات پر اعتراض کرنا اس امر پر موقوف ہے کہ ان محصولات کی ضرورت  
 اور کیا وہ تراونکے مصرف پر لیا گیا ہے۔ پس ہم پوری قوت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایشیا کی  
 کوئی گورنمنٹ ان امور میں انگریزی گورنمنٹ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سلاطین و راجے کے وقت میں  
 ہندوؤں کے مذہبی میلان پر وہ قوتوں پر۔ کسانوں کے گھروں اور جانوروں پر۔ عقد نکاح پر عوامی کس  
 مقرر تھے۔ ان کسوں کا شمار اکثر جائیس کے قریب تھا اور کل روپیہ کسوں کا بحیثیت واحد داخل خزانہ  
 ہوتا تھا۔ سند و کس لیے تھے اور جب بھی اسلامی اور ہندو ریاستوں میں عروج میں جو مختلف فرقوں  
 سے وصول کئے جاتے تھے اور صرف ایک فرقہ مخصوص کے فائدے میں خرچ ہوتے تھے۔ ہندوستانی  
 ریاستوں میں بہت سے بے بنیاد کس ایس وقت تک ایسے چلے آئے ہیں جنکو سنکر ایکٹ ٹیڈن  
 نامکن ہے کہ وہ توجہ نہ ہو جو ہے۔ مثلاً ایک ہندوستانی ریاست میں عجیب و غریب محصولات  
 کا ایسا شوق ہے کہ پیشہ و معدن میں غنائون پر کس لگایا گیا ہے۔ اسی ریاست میں کشتی کی مرمت  
 پر نالک کشتی سے مرمت کا پلٹین ایک ٹکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح کشتی پل کے نیچے جاتی  
 ہے جو کشتی بان اوبس پس کوئی فائدہ نہیں اور نہ مالکین پل کے قریب پہونچکر اس سے کس  
 لے لیا جاتا ہے۔ جنگی کے وصول میں وہ قوتوں سے کہ اکثر پہلے مالوں کی تلاش ہوتی ہے اور میں  
 خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ مستعمل باجیم ہاسے تین پوشی پر۔ ادن چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر جو  
 گرنسٹ عورتوں کی پچھین سے نکالے گئے ہیں ٹکس لگایا گیا ہے۔ اسی جنگی کی باغیہ ابھی حیدرآباد  
 ہوئے ایک اعلیٰ تر ریاست ہندوستانی میں ہندوستانی اخباروں نے عجیب و غریب شہر و غل  
 چایا تھا اور ریاست نیپال میں تو جو کچھ کارروائی کل محصولات اور عیالہ مخصوص حصول جنگی کی  
 نسبت ہو رہی ہے وہ قابل دید ہے اور اس پر کچھ نقل جیادق ہے۔ ”مومڑی کی تیل لگا ہوا“  
 ایک ریاست میں تعمیر مکان کا ٹکس مقرر ہے اور وہ مکان کی منزلوں پر لگایا جاتا ہے۔ اکثر  
 ریاستوں میں رئیس کی خاندانی شادی اور غی اور اوبس کے مذہبی تہواروں کے ٹکس عین ہیں لیکن  
 بعض ریاستوں میں اس سے زیادہ اندہ ہے کہ سکیم بھلائی سے پرس آف ویلجرو گورنر کی  
 دعوت کی گئی ہے اور نہ صرف دعوت غریب رعایا سے وصول کر اسے گئے ہیں۔ یہ باقاعدہ  
 اور ضروری ٹکس ہیں جو ایشیا میں معلوم رعایا سے وصول کئے جاتے ہیں اور انکا مصرف

ادنی ذات سے زیادہ خوبصورت ہے یعنی کوئی جزوی حصہ تو رعایا کی بعض لادبی ضرورتوں میں  
 خرچ کیا جاتا ہے اور باقی رئیس کی ذاتی جاہلاد قرار پاتا ہے اور اسکے محض خانگی مصارف تعیش و  
 تقریبات میں صرف ہوتا ہے جو فی الواقع مقصود خیانت سے زیادہ بدتر ہے۔ لیکن یہ بظلا  
 اسکے انگریزی گورنمنٹ سوا اس روپے کے جو قومی حیثیت سے چنوبہ انگریز ملازموں کی  
 تنخواہ عین اور انکے ٹلٹ یوروپین فوج میں خرچ ہوتا ہے ملک کاروپہ ملک کی حفاظت آرام  
 اور ترقی میں صرف کرتی ہے۔ پھر رعایا کی جہالت اور بے پروائی سے گورنمنٹ آف انڈیا کا فخر  
 شہماہ نہیں ہو کہ وہ محصولات کاروپہ وصول کر کے حفاظت جان و مال میں خرچ کرے بلکہ  
 اسکے طرز حکومت کی بنیاد اس پر ہے کہ گویا پارانہ اختیارات مطلق سے کل ملک اسکے  
 اختیار میں ہے اور اس کا فرض یہ ہے کہ ایک متمول اور خوش نصیب ملک و قومی کے شل مختلف خدمات  
 کو انجام دے۔ انگریزی گورنمنٹ اپنا لگان و مول کرتی ہے وہ اپنی تعمیل سے سہولت پاشی  
 و وسائل آمدورفت۔ تعمیرات عامہ۔ مدارس و اسپتال وغیرہ میا کرتی ہے اور اسکوا ملک  
 ریلوے اور دستکار بھی بننا ہوتا ہے۔ قحط کے واسطے بلاشبہ ایک جدید کس لارڈوٹن سپلے  
 عائد کیا تھا لیکن اس کے قحطوں میں پندرہ کروڑ روپیہ خرچ ہو گیا۔ اس طرح ریلوے کی تعمیر اور  
 آبپاشی کی باقیہ سال کی مدت میں ۲۹ کروڑ روپیہ صرف ہوا۔ تعلیم رعایا کے مصارف میں جو  
 بلڈنگائی گورنمنٹ انگریزی نے حاصل کی ہے وہ ہندوستان میں کسی گورنمنٹ کو نصیب نہیں ہوئی  
 بلکہ بن کل مدارس ہند کی تعداد ۶۶۲ تھی جن میں ۶۹۱۸ طلبا پڑھتے تھے۔ بہ حال  
 علاوہ مصارف فوج و پولیس وغیرہ کے بکثرت روپیہ چھوٹے چھوٹے عام اور مستحاجی معمولی  
 و غیر معمولی فوائد رعایا میں ہر سال خرچ ہو جاتا ہے۔

بلاشبہ انگریزی گورنمنٹ جو باوجود اختیارات مطلق کے اپنے قومی اصول سے اسٹیپل کو  
 رعایا کا حساب نہ اور ذمہ دار سمجھتی ہے یہ کہیں نہیں کر سکتی کہ الیشائی خیالات کے مطابق  
 وہ روپیہ جو رعایا سے ٹکس میں وصول کیا جاتا ہے بلاوجہ مقول خلعت و انعام اور جاگیر  
 امپریل گزٹیئر۔ پندرہ دوس دین جو ایک یوروپین ملک ہے کل تعداد مکملوں کی ۱۹۶۵۸ تھیں  
 فقط ۶۱۱۲۹ طلبا پڑھتے ہیں۔

منصوب کی جھوٹی نیکی اور جھوٹی فیاضی میں معرفت کرے لیکن وہ کروڑ ہا روپیہ رعایا کی باقاعدہ فائدہ پہنچانی ہو کر مردم ہی میں صرف کرتی ہے جو آئندہ کے لئے اس کی بے انتہا فادہ و فلاح کا سبب ہو سکتا ہے۔  
 ہمیرا مطلب یہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کے کل محصولات مدخل و مخرج کے لحاظ سے ایسے ضروری اور فائدہ مند ہیں کہ انہیں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ بلاشبہ غور اور تحقیق کی حالت میں ایسے نقص بھی نکلیں گے کہ بعض قوم (کو مجموعی تعداد محصولات کی نظر ہزار ہا زائد نہ ہو) غلامانہ اور بعض حالتوں میں رعایا پر زیادہ سخت ہوں یا مثلاً صیفہ تعمیرات قلعہ میں بعض مصارف ترغیب قرار پائیں۔ ابھی مسئلہ کی مکیش نقطہ نے ملک کے محصول اور اسکے آزادہ نتیجے پر بحث کی تھی اور گورنمنٹ لارڈرین کو پوری توجہ صرف کرنا پڑی۔ پس اس طرح علم راس کی قوت سے جب رعایا شاہی خزانے کو بیت المال یا خزانہ عوام سمجھنے لگے گی اور وہ بادشاہ کی فغولہ جی کی اوس سے پیاس بجھائیں گی امیدوار نہ رہیں گی تو مسئلہ نکتہ چینی سے یہ نقصانات رفته رفته دفع ہو جائیں گے۔ لیکن میرا مطلب یہ ضرور ہے کہ جن شہروائی اور امرا و مہندسے بالعموم انگریزی گورنمنٹ کے محصولات پر بحث کی جاتی ہے اور جو اعتقاد ان کی عام فوجیت کا قائم کر لیا گیا ہے وہ زیادہ تر ان کی ناواقفیت کا سبب ہے۔

۴۔ عام قوانین انگریزی پر تفصیلاً بحث کرنے کی نہ فرصت ہے۔ نہ ضرورت کیونکہ طرح کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ انگریزی گورنمنٹ کا قانون خداوندی قانون ہے خواہ عقدا و تمام نقصانات سے برتر ہے۔ اوس طرح کوئی شخص اس سمجھنے کی بھی جرأت نہیں رکھتا کہ ایک دانشمند عالم اور تجربہ کار قوم کا تمام مجموعہ قوانین ناقص ہے علی الخصوص جبکہ وہ قوانین قبل نفاذ متواتر مشہر ہوئے ہوں اور واجبی نکتہ چینیوں پر ایک جماعت قانونی کچھ غور بھی کرتی ہو اور بعد نفاذ بھی ایک سلسلہ ترمیم خراج جاری رہتا ہو۔ پس ایسی حالت میں یہ سمجھنا اور بھی لغو ہو گا کہ وہ قوانین ایسے عظیم انتہام سے بنوائے جاتے ہیں اور جن کی تیاری میں ہیک متعقول رقم سالانہ ملک کی آمدنی سے خرچ ہوتی ہے اور ان کے وجود کا مقصد دنیائے میں صرف اس قدر ہے کہ برصغیر انصاف اور احقاق حق کے رعایا یا مال کیجائے اور یہ مسئلہ کہ اس سبب کی آمدنی بہا کر مصارف عدالت میں وہ کل آمدنی خرچ کر دالی جائے یا تاہم انگریزی قوانین میں بعض قدرتی نقصانات ایسے

بھی ہیں جو بلا غور اور آنکے برا سمجھنے کو کافی ہیں۔ مثلاً وہ ایک بیگانہ قوم کا خانہ ساز قانون پر اور لایعنی بعض مقامات پر ہندو اور مسلمانوں کے مذہبی اصول مسلمہ سے مختلف ہے۔ لیکن اس موقع پر تشریح کرنا کو زیادہ تر اعتراض قانون پر نہیں ہے بلکہ اس کے نتیجے پر۔ اور انکو اسکی فرصت اسکا دماغ کہیں ہو کہ وہ قدیم اور موجودہ مختلف قوموں کے قوانین کو دیکھیں۔ اپنے ملک کے سلالات قانون پر باقاعدہ نکتہ چینی کے لئے غور کریں اور اپنی ذاتی واقفکداری سے انکو اپنی حالت کے مناسب بنانے میں کوشش فرمائیں۔ اور انکو بعض اعتراض ایسے ہیں کہ انگریزی عدالتوں میں بڑا انداز ہے اہل حالہ لڑتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں۔ پس مجھے اس اعتقادی فیصلے کی موجودہ حالت اتفاق نہیں ہو سکتا بلاشبہ انگریزی قوانین میں سب سے نقصانات کا موجود ہونا ممکن ہے اور بعض آئین میں وہ ضرر رساں بھی ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور بلاشبہ بعض لیسٹ کوئٹل (حلیہ دافع آئین قوانین) کا موجودہ انتظام جس میں ہندوستانی آواز نہایت پست ہے کسی طرح اطمینان کے قابل نہیں لیکن یہ سمجھنا بڑی غلطی ہے کہ مقامات میں تباہی کا اصلی سبب صرف انگریزی قوانین ہیں۔ میری رائے میں بعض مقوموں پر ہم اتفاق اور غلطی سے یہ نقصانات آؤ گئے ہیں اور اکثر اپنی ذاتی

بداخلائی سے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزی عدالتوں کی کارروائی نہایت طویل ہے اور اختلاف آڑ سے کہیں کہیں عجیب و غریب نتیجے پیدا ہوتے ہیں لیکن شاید ان قانون میں کون شخص ایسا ہے جو آزادی پر اسے کاغذ الف ہو۔ بلاشبہ قہمت نے ہر ایک ایسی قوم کا محکوم بنایا جو بول ماورئ سندھ میں ہے اسے اعتدال بند ہے کہ اس کے قانونی میرا انتظامی وسیلہ کارخانے ہمارے ملک کی سیلی اور ملکی حالتوں میں کسی طرح میل نہیں کیا۔ لیکن آخر اس مرض کا علاج کیا ہے؟ یہ نہ ممکن ہے کہ کوئی قوم عالم اور مشابہت ہو اور نظر کی وقت و وسعت اسکو حاصل ہوا اور جب چھوڑتی اور وسیع نظر والے جو علاقوں اور ممالک کی چھٹ چھٹ پر انکو ایک ہی پر نور کی لالچا عجیب و غریب آئین پر ہوتا ہے ہندو کی تعلیمی کارنامے میں اگر اس وقت کی ترازو میرا سے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو فلسفہ سیاست اور احادیث اور مقامات کی مختلف سکالوں سے شاستر کے فرق میں کہہ رہے ہوتے ہیں۔ مسلمان جو اپنی ترقی کے لئے زماں میں (اور میرا سے کے بارے میں) اور شاہ





اودہ کے ایک مختصر سے قصبہ میں ایک حاکم مال تحقیقات کے واسطے آیا جو دوسرے مقامات میں  
وہی کارروائی کر چکا تھا اور اوسے دیکھا کہ ہندو بہت کے بعد سے اس وقت تک بہت سے انتظامات  
میں درمیان اور پیراٹ کے ہو چکے ہیں اور انہیں بہت امتیازات دیے گئے ہیں لیکن اکثر حصہ داروں کی  
تغیر موجودگی میں حقوق داہمی کا ہر چارہ نہ سے ان کو وافر حصہ تو وہ میرٹ میں رکھیا۔ لیکن میں  
اپنے اہل وطن کی نسبت فخر یہی کہوں گا کہ یہ صرف ان کی اعلیٰ تر کرامات کا نتیجہ تھا۔۔۔ بدستہ  
دیگر قصبات اودہ کے لحاظ سے ان لوگوں میں جماعت تہذیبیہ کا ایسا کوئی گروہ نہ پایا گیا کی جرات  
نہیں ہوتی اور اگر کوئی نزاع اتفاقاً پیش ہی آئے تو اکثر فریقین باہمی فیصلے پر راضی ہو جاتے ہیں پس  
انگریزی قانون نے ہر کوئی عدالت جانے پہنچا کر نہیں کیا بلکہ انہیں بجوابات نے جو کبھی ضعیف تعلقات  
سے باہمی خانہ جنگیوں میں نکلتے تھے انگریزی عدالتوں میں مذہب پر کوئی دعوے اور دلیل کی  
صورت اختیار کی ہے۔

• بہر حال قانون گو کیسے ہی عقلی اور انصافی اصول کے مطابق بنے ہوں لیکن اگر ہماری  
تہذیب جماعت تہذیب کی ترقی اور خیالات کے منہج نہیں ہے تو جو تین ہر وقت ان قوانین  
کے علمدار مدین درپیش ہیں وہی نتائج مسئلہ پر سکھ پیدا ہونے میں۔ فرض کیجئے کہ ایک افسر پولیس  
یا جماعت تہذیبی کا کوئی بہتر سرچرمہ دائمی کی گرفتاری میں ہو وہ بنا فرض سے نہایت سے اپنے فرض کو  
بیرحمی فضولی خیال کیا ہو کسی غیر غیر فاضل کو ان کو تہذیبی غارتہ کو شکستہ بی شادی اور غیر الیہ فعل سے  
جماعت تہذیبی کے حق پر آئیر سنوک یا زجر و توبیخ کا واسکو اندیشہ ہو۔ اور بعد میں ہی حالت کو اب کی ہے۔ اور یہی  
محیط کی ستوا بن فرماتے کہ قانون فوجدار کا کس قدر فاضل ہے۔

ہندوستان میں غلط آبادی کے بہت ہی کم آدمی ایسے ہیں جو جماعت تہذیبی کے  
فرائض صحیح طور پر سمجھتے ہوں اور جو عدالت تہذیبی ادارے شہادت کی غرض سے حاضر ہو چکے ہوں  
اور ان کا بنیال یہ نہ کہہ سکیں کہ ان میں پکڑے گئے۔

قانون ہجاری بد امتیازی کو نہ دہم نہیں کر سکتا وہ فقط اس کو باقاعدہ بنا سکتا ہے۔  
مجرم کے دل پر۔ لہذا کے ارادے پر تہذیب کا اس کو اختیار نہیں دے صرف اس نے حدود و ظاہر  
سے مجرم کو علی دہر رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ وہ انسان کو منافق (بنا دیتا ہے) لیکن اس کی طبیعت

شہنشاہ تہین کر سکتا۔

انگریزی قانون اور انگریزی عدالت سے ہر ایک سے ہر ایک کی تہا کی ہیں  
 جو اول سے پوچھتے ہیں کہ وہ خرچہ کیا کیا کرے گا اور وہ وکیل کی نذر کرتے ہیں اور بعض حالتوں  
 میں اتنا روپیہ بھی لے لے گا اور ہر سرفستہ دار و ناظر کی دعوت اور خود اس کے گواہوں کی بدشمت  
 اور جعلی دستاویزوں کی طہاری میں خرچ ہو جاتا ہے۔ سو کلن سے جو معاہدات غلط بنے اور  
 شکرا نے کے خود انگریز پر سرفستہ نشان میں کر سکتے ہیں وہ ولایت کے رسم و رواج کے لحاظ سے  
 سخت بدلاست کے قابل ہیں اور ہندوستان کی وکیلوں کی خفیہ معاملت اس سے بڑھ کر  
 تعمرت انگیز ہے۔

پس یہ بالکل غلط ہے کہ ساری تمام ہندوستانی قانون اور انگریز قانون حکومت ہیں  
 جو انگریزوں کا قانون ہے اور یہ سب سب کو چاہیے جو حکومت کی تبدیلی سے مفتوحہ قوم کی  
 ہمیشہ ساتھ ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ غیر راجہ راجہ کے فتح طویر سے ہیں ہمارے  
 جاننے والے ہیں جو اس کے ہم خود ہیں۔

تجارت پیشہ لوگ باوجود غریبوں کے کہ انگریزوں کی غلامی میں نہایت خوشحال اور  
 فانیہ الہا ہیں اور وہ اپنی زبان سے انگریزوں کے چاندان، شاکی نہیں، لیکن بد قسمتی سے ہندوستان  
 کی آبادی سبھی اٹھنے لگے ہیں اور ان کے بہت کم ان میں سے کچھ انہیں متوجہ نظر آتے ہیں۔ گاہ بگاہ  
 اور ہنگامی حالت ہندوستان میں بہت غلامی کی باقی نہیں رہی اور ان کی مجرت روز بروز  
 بہت ہے۔ ہر روزی پیشہ آدمیوں کی خوشحالی ان کے پاس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اگر ان کو ایک بار  
 ایک ماہ ایک ہنگامی تلاش سے تھوڑا سا اور اس کا وہ آنا مولیٰ اجرت سے کچھ زیادہ پر بھی غلام  
 ہے۔ بلان اوسے وجہ کے پیشہ وران میں ایک غریبہ ہنگامی کاروں کا اقبہ بحال ہے لیکن قطع نظر  
 بعض دیگر وجہ کے ان کی تباہی زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ جب نو پید میں جنسائع نے ہندوستانی  
 صنعتوں کو بھد کر دیا تو بکثرت مخلوق اس سے اپنے پیشوں کو دور کر لی ایک پیشہ کچا ہے تو یہ ہو گئی  
 آخری مردم شماری سے ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اب بھی ہندوستانی ہیں جو کچھ نہ چھوڑا  
 ان کا شمار ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ان کے پاس ہے۔ اس سے آرمیوں کی ضرورت

زندگی کا باور میں اوٹھا سکے۔

ہندوستان کی قومی تہذیب نے اول تو ہنگو، سکادوی کرپا، کاسہ، ہمہ کہ انہی سخت بھوری کے پیش میں اور نال اندیشی سے اپنے آبائی پیشے کو ترک نہیں کر سکا۔ وہ بہتر ہے جہالت۔ یہ تہذیب کے مذاق۔ ضرورت۔ سبب اور نتیجہ پر ہماری نظر نہیں رہتی۔ مثلاً ہمارے ملک (اتنی بڑی کپڑے کی تجارت کو بخوبی سٹر اور لوہوں کی صنایع نے مٹا دیا اور وہ قوم جو ایک صدی قبل ہماری دوست تھی اب ہماری ضروریات کی کھنڈ ہے لیکن ہمارے داکٹروں، جہازوں، کوکسی، اسکا حسن بھی نہیں ہوا۔ یا انگریزوں کے ہندوستان کے نام نہ صرف پیشہ وکالت کو ایک غور و خیر سے دیکھتے ہیں اور ہر سال کئی ہزار روپے امتحان میں پاس ہوتے ہیں لیکن ایک تھوڑی سی دکان پر غور و خیر سے دیکھتے ہیں کہ ایک وقت میں غریب ہمہ کل لوگ اپنی حالت میں غریب ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ بعض ہندوستانی ریاستوں کی رعایا انقبض مقبوضات انگریزی کی رعایا سے

کے بقدر خوشحال ہے لیکن اسکی وجہ بہت صاف ہے۔ روز کے انقلابات سلطنت سے جو نقصانات ہندوستان کو پہنچے ان کا نشانہ وہی ملک زیادہ رہے جو خاص شاہنشاہ ہند کی ملکیت تھے۔ پس جو حالت افلاس کی انگریزی مقبوضات میں اس وقت موجود ہے وہ فی الحقیقت مختلف انقلابات کا نتیجہ ہے۔

غور کرو کہ ہم دوسرے دوسرے کی محکمہ شکاریں تھیں لیکن اس گروہ میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنکی باخوشی حد بغاوت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ امرانہ، الون کے موجد اکثر بانی شکم لوگ ہیں۔ وہ لوگ بھی جا۔ اورین یا لوانہ ہیں کے اسیرات سے سب گھٹن باعدالہ انگریزی نے ان کے انوارت و گرامت میں اور باوقاف جابادوں کی راہی کی کوئی صورت ہے۔ انقلاب حکومت کے نظر میں آئی۔ وہ لوگ جو ایسی زبردست حکومت میں اپنی کینہ وراور غریب گزار عادتوں کی تسکین نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ جو یکساں ہیں اور اپنے خیالات کے موافق گونہ ٹیٹ کو اپنی ذاتی کاہلی و حرافتوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ ہم۔ وہ لوگ جسکے علاقے بڑے کے غدر میں ہوئے اور جسکے قریب تراخا نے بغاوت میں نہایت تہلکین۔ اور۔ آخر میں وہ بدعاش ہیں جو انقلاب حکومت سے لوٹ مار کے منتظر ہیں۔ یہی حضرات ہیں جو روسی و خرقہ کے متنی ہیں۔

لیکن اس رویہ پر ہندوؤں کے انتظار اور روسی گورنمنٹ کی جانب رغبت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ روسی گورنمنٹ کی ملکیت کا کوئی تجربہ کئے ہیں بلکہ وہ انگریزی گورنمنٹ اور بعض حالتوں میں وہ مطلقاً گورنمنٹ سے ناخوش ہیں۔ وہ فی الحقیقت روسی گورنمنٹ کی جانب راغب نہیں ہیں بلکہ وہ انگریزی گورنمنٹ سے نفور ہیں۔ وہ تبدیل حکومت کے خواہشمند ہیں گو کسی نقصان کے ساتھ ہو۔

پس ایسی حالتوں میں سلطان شاہین روسیوں کی تعجب انگیز پیش قدمی سے ایک قلعہ یافتہ اور دوراندیش ہندوستانی کی خدمت میں کیا اندازہ ہو گی شخص خوب کر سکتا ہے جسکے پیچھے یہی کسی آگے لگی ہو۔ اور ان گروں میں جو آئندہ سرحد پر جھلکے خاک سیاہ ہوئے ہوں بال بچوں کی بے بسی اور سیرجی۔ مال و اسباب کا لہجہ ہے خوفناک سلطان میں آئندہ کے ہمارے جھگڑنا ہونا۔ آگ کے فرو کرنا۔ مین قلعہ میں خانہ کی ہزار ہا فریادوں کا ہجوم اور اس ہجوم میں ہزار ہا ہندو پڑوسیوں کی لوٹ کھسوٹ اور اس نے اپنی آئندہ متعلقہ ویکسی ہو اور پھر اوس دریا سے آتش کھراہو اٹرا گئے بڑھنا اور ہمسایہ تماشائی کا اپنی حفاظت کی فکر میں آپ گھبرانا اسکو یاد ہو۔

تبدیل حکومت کا خیال ہی نہلو گون کا ایک قدیم اور بے پردہ خیال تھا جو دنیا کی دوسری قوموں کی نظر میں ایک ہمارا خاصہ معنی سمجھا جاتا ہے اور ہماری کمال بے اعتباری کا سبب ہے۔ ہندوستان کی پہلی تاریخ میں بکتہ نہ نظیرین باہمی خانہ جنگیوں کی ملین گی لیکن ذاتی اغراض سے ختم آگاہانہ ایک نظیر سی اندر ولی جنگ و جدل کی ایسی نہیلیگی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ فرقہ فکرم نے بالاتفاق اپنے قومی حقوق جانز کی بنا پر جابر کا نام وقت کی مخالفت کی ہو۔ ہر عیسائی پس منہ ہستی ہمیشہ سی کی منتفی تھی کہ گورنمانہ حکومت کا جو ہماری گردن سے نڈاوترے لیکن حکومت تبدیل ہو جائے اور اگر نہ زبردست حاکم عجیب سے ایسا پیدا ہو جو موجودہ حکومت کے ہرگز کر سکتا نہ شادوم کہ نا تعینان اور اسے نشان گذشتی حکومت خاں ہم پر باد رفتہ باشد۔

ہمارے ہی تمدن اور اخلاقی حالتوں نے متواتر انقلابات حکومت سے عجیب و غریب نقصان اٹھائے۔ ہم خارج قوم نے قطع نظر لوٹ کھسوٹ کے اپنی زبان۔ اپنا فلسفہ۔ یہاں تک کہ اپنا مذہب ہمارے گٹھ میں ٹھوکتا۔ ہمارے قدیم علوم۔ ہماری صنعت و حرفت مٹ گئی اور ہر انقلاب میں اصول حکومت استبداد کے گروہوں اور مینوں کا اودن سے واقف ہو کر اودن جدید اصول کے



ہونی قوت سے حکومت کرنا میرا کانا لکھن ہے

۲۔ پس جو نقصانات انگریزی حکومت میں ایک موجود ہیں وہ فی الحقیقت ہمارے ذاتی نقصانات کا نتیجہ ہیں اور انکی اصلاح ہماری ذاتی اصلاح پر مشتمل ہے۔ نیز حکومت اصلاح حکومت کی امید و تعلق ہے جو یہ کہ حکومت ایک قومی لباس ہے جسکی بدلی لانے سے سیاسی قوت نہیں بدل سکتی۔ غلام اپنے صفات غلامی کے ساتھ جہاں جائیگا غلام سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

ہمارا فرض ہے کہ دوسری قوموں سے بدلی امید و تعلق آج ہمارے ہاں نہیں ہے اور نہ ہی اسکی وجہ پناہ و تعلق تہذیبی سببغات میں صرف کر رہے ہیں بالآخر درخواست کریں کہ آپ ہم کو تعلیمی و اخلاقی و ذرائع ترقی جسکی بہم پہنچانے اور صنعت و حرفت سے قوم کے ترقی و ترقی میں اپنی ہر تائید و تعلق سے زیادہ کام لیں۔

گورنمنٹ پر واجب ہے کہ ہماری تعلیمی و اخلاقی و ترقیوں کے لحاظ سے اصول حکومت کی ترقی و اصلاح کرے اور جو فرائض ہماری قوم کے تعلیمی و ترقی میں درپیش ہیں وہ اٹھائے۔ اسوقت تک کہ بریتانیا انگریزی حکومت سے اہل ہند نے حاصل کیں وہ تعلیمی کے مختلف خیالات سے زیادہ نہیں لیکن بالآخر انکی تعلیمات جسے ملے وجود خارجی و کار ہے۔ بے دوہہ کہ ہمیں چاہیے کہ ہمیں ایک کریمت کہہ لیں لیکن اسکی ترقی و ترقی کے حقوق کے بغیر چین نہیں لے سکتا۔

انگریزی اہل مطالب کو مناسب ہے کہ ہمیں اپنے کام زبانیں بند کریں اور ہندوستانی اور ہندی اہل مطالب اور اخبار و کتابچے کے معاملات کی ایسی حالت میں قومی خیالات کی حفاظت کریں۔ اور انکو یہ امید ہوگی روکین اور انکو ایک مناسب سبب سے نہیں ڈالیں۔

بلاشبہ ہم اوکو انکو انگریزوں پر ایک جماعت قومی و پیش ہوا اور ہماری قومی حیثیت اسکی منتفی ہے کہ اس سے کئے بغیر ہم قومی اتحاد حاصل کرنے کے لئے ہمدردی کریں۔ قومی اتفاق و ہمدردی اور پیش ہونی سے قومی جنگ میں مدد کریں اور کو کسی نقصان کے ساتھ ہوا ہے قصود و جانز کے جانس کے بغیر آرام نہ کریں۔ لیکن یہی قومی دنیا کی جنگ قوموں کی طرح ہونی اور قومی جنگ نہیں ہوگی ہم اون کی تعلیمی اور عقلی ترقیوں پر جادو کرینگے۔ اوکی صنعت و حرفت کو بقدر بنا کرینگے اور انکے قومی غرور کو توڑینگے اور اس سر کے چین ہندوستان ہندوستانیوں کے لئے ہمارا قومی رہبر ہوگا۔